ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
26
25 رجب تا 2 شعبان المعظم 1432ھ/ 28 جون تا 4 جولائی 2011ء

معاشروں کی زندگی اور موت کا اٹل کلیہ
حدیث نبویؐ کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

☆ ''جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہوگا، اُس قوم میں اللہ تعالیٰ دشمن کا خوف اور دہشت پھیلا دے گا۔

☆ جس معاشرے میں زنا کی وبا عام ہوگی، وہ فنا کے گھاٹ اُتر کر ہی رہے گا۔

☆ جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور بد دیانتی کا رواج عام ہوجائے گا، وہ رزق کی برکت سے محروم ہوجائے گا۔

☆ جس معاشرے میں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں خون ریزی لازماً ہوکر رہے گی۔

☆ جس قوم نے بدعہدی کی، اُس پر دشمن کا تسلط بہر حال ہوکر رہے گا۔''

مشکوٰۃ شریف
جلد چہارم: 1301

اس شمارے میں

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار

زکوٰۃ کی کامل تنفیذ

جمہوری قومی اقتدار نہیں، اسلامی انقلاب

ایف آئی آر کاٹی جا چکی!

ذوالقرنین: ایک تاریخ ساز شخصیت

اوباما کا افغانستان سے انخلاء
کیا ہمارے حکمرانوں کو قومی مفاد عزیز نہیں؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (470)

سورۃ یونس

(آیات:15، 16)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝15 قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝16

’’اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی اُمید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی اور قرآن (بنا) لاؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے خوف آتا ہے۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو (نہ تو) میں ہی یہ (کتاب) تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کرتا۔ میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں (اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا) بھلا تم سمجھتے نہیں؟‘‘

اور جب اُن کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کے امیدوار نہیں ہیں ہماری آیات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ استہزاء کرتے ہیں۔ انہیں سنجیدگی کے ساتھ سننے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں، اے محمدؐ! اس قرآن کے سوا آپ کوئی اور قرآن پیش کریں یا اس میں کوئی ترمیم کردیں۔ یہ تو بہت سخت ہے، آخر ہماری بھی کوئی بات مانی جانی چاہیے، کوئی مفاہمت کی صورت پیدا ہونی چاہیے۔ کچھ آپ ہمارے معبودوں کو مانیں، کچھ ہم آپ کی باتیں مان لیں۔ کوئی نہ کوئی مصالحت کی روش ہونی چاہیے۔ یہ قرآن تو بہت rigid اور uncompromising ہے۔ اے نبی! ان سے کہہ دیجئے، میرے لئے یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کرلوں۔ میں تو خود اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جارہی ہے، میں تو خود پابند ہوں۔ میں اس کے اندر کوئی کمی بیشی، کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں کرسکتا۔ مجھے ڈر ہے، اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں گا تو میں بڑے دن کے عذاب کی پکڑ میں آجاؤں گا۔

ان سے کہیے، دیکھو! اگر اللہ چاہتا میں یہ قرآن تمہیں پڑھ کر نہ سناتا اور نہ تم تک پہنچاتا اور نہ تمہیں اس سے واقف کرتا۔ میں اس سے پہلے تمہارے درمیان اپنی عمر کے چالیس سال گزار چکا ہوں۔ نہ میں کوئی شاعر تھا، نہ ساحر، نہ میں نے کہیں سے کوئی مراقبہ نہ کہیں سے کہانت سیکھی۔ تمہارے علم میں میری اس طرح کی کوئی دلچسپی ہے؟ کوئی شخص ادیب یا شاعر بننا چاہتا ہے تو مشق کرتا ہے، پھر رفتہ رفتہ منجھ جاتا ہے۔ اس کی صلاحیتیں نکھر جاتی ہیں۔ تم نے میری چالیس برس کی زندگی میں ایسی کوئی شے دیکھی ہے؟ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

زکوۃ ادا نہ کرنے پر عذاب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ﴾ (البقرہ:180)))

(صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوۃ ادا نہ کی تو اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کے پاس لایا جائے گا، جس کے سر کے پاس دو چیپیاں ہوں گی۔ قیامت کے دن اس کا طوق بنایا جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر قرآن کی آیت پڑھی: ’’اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا کیا اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لیے برا ہے۔ وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں، قیامت کے دن (یہی مال) ان کے گلے کا طوق ہوگا۔‘‘

ادارِیہ

ایوب بیگ مرزا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر اُستوار

قرآن پاک میں مالکِ کائنات نے انسانوں کو عدل وقسط پر مبنی نظام کے قیام کا حکم دیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس نظام کا جو خاکہ اور تصور دیا نبی اکرم ﷺ نے اُس میں رنگ بھر کر حکم الٰہی کی روح کے عین مطابق اُسے نافذ اور قائم کر کے دکھایا۔ اس نظام کو اگر ایک عمارت یا کمرہ سے تشبیہہ دی جائے تو عدل، مساوات، اخوت اور حریت اِس کی چار دیواریں ہیں اور احکام شریعہ اُس کی چھت ہے۔ ایک ایسا نظام جس میں شرعی قوانین کی بالادستی کو حکمران اور عوام دونوں کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اس نظام کو نظام خلافت، نظامِ مصطفیٰ یا حکومت الٰہیہ کچھ کہہ لیجیے۔ یہ انسانی تاریخ کا واحد نظام ہے جس میں نظریہ اور فلسفہ کو مِن وعَن عملی شکل دی گئی۔ نظریہ کو حقیقت کا عملی جامہ پہنا کر دنیا کو جنت نظیر بنا دیا گیا۔ اگرچہ اس حقیقت کا اعتراف بھی لازم ہے کہ تیس سال کے عرصہ کے بعد اس میں ایک دراڑ پڑ گئی، البتہ نظام بحیثیتِ مجموعی intact رہا اور ایک طویل عرصہ تک بخیر وخوبی اور کامیابی سے چلتا رہا۔ آغاز کے دور کو خلافتِ راشدہ کا دور کہتے ہیں۔ اس نام سے ہی اِس دور کی خوبیوں اور محاسن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت معاویہؓ کے دور کا شمار خلافت راشدہ میں نہیں ہوتا، لیکن اُن کا بیس سال کا عہد یقیناً اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے سنہری دور تھا۔ شاندار فتوحات، بہترین گورننس، عوام کی خوشحالی اور تحفظ ہر زاویہ اور ہر حوالہ سے قابل فخر تھا۔ تاریخ اس دور کو بنو اُمیہ کے دور کا آغاز قرار دیتی ہے۔ البتہ اسی دور میں اسلام کی عمارت میں پہلی دراڑ پڑی اور نظامِ خلافت میں ملوکیت در آئی، باپ کے بعد بیٹے کے خلیفہ بننے کی رسم کا آغاز ہوا۔ یہ دور 132ھ یا 750ء تک جاری رہا۔ اچھی اور بُری شہرت کے حامل خلفاء حکومت کرتے رہے۔ اس کے بعد بنو عباس کا دور شروع ہوا۔ ابو العباس السفاح پہلے خلیفہ بنے۔ 687ھ میں ترکوں کی زیر قیادت خلافت عثمانیہ کا آغاز ہوا۔ امیر عثمان خان پہلے خلیفہ بنے۔ یہ دور 28 رجب 1342ھ یعنی 3 مارچ 1924ء کو ختم ہوا۔ یہ وہ سیاہ دن تھا جب ترکِ نادان نے خلافت کی قبا چاک کردی۔ یہ ادارہ مسلمانوں کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے یقیناً انتہائی کمزور اور لاغر ہو چکا تھا، لیکن وہ ادارہ جو مصطفیٰ اتاترک کے نزدیک بے معنی ہو کر رہ گیا تھا اس ادارے کے کمزور اور لاغر ہونے کے باوجود اس کی اہمیت اور مسلمانوں کے لیے اس کی کشش کو انگریز جو وقت کی سپریم پاور تھا، بہتر جانتا تھا۔ مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا فرماتے ہیں ''میں نے ایک روز جیل کے انگریز سپرنٹنڈنٹ سے کہا کہ خلافت کا یہ ادارہ جس میں اب کوئی جان اور طاقت نہیں ہے، تم اس کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ یہ اس حالت میں تمہارا کیا بگاڑ سکتا ہے؟'' اس کے جواب میں انگریز جیلر نے کہا: ''مولانا اتنے بھولے نہ بنیں، آپ جانتے ہیں یہ اس حالت میں بھی مسلمانوں کی وحدت اور مرکزیت کا سمبل ہے''۔ اتاترک یہ نہ جان سکا کہ ڈھانچہ موجود رہتا تو اس تن مردہ میں جان پڑ سکتی ہے۔ بہر حال خلافت کا ادارہ ختم کر دیا گیا جس پر مسلمانانِ ہند نے اتنی زبردست تحریک چلائی کہ مہاتما گاندھی جیسے اسلام دشمن کو بھی اس تحریک میں شامل ہونا پڑا۔ لیکن عالم اسلام میں کہیں اور اس پر آواز نہ اُٹھائی گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ادارے کے خاتمے کے بعد عالم اسلام میں اغیار کے قبضہ اور غلامی کے خلاف سیاسی تحریکیں چلی اور اکثر مسلمان ممالک کو آزادی حاصل ہوگئی۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو حصولِ آزادی کے بعد اکثر ممالک میں ایسے مسلمان حکمران مسلط ہو گئے جو مسلمان عوام کے لیے غیروں سے بدتر رہے۔ وہ اپنے سابقہ آقاؤں کے ذہنی غلام بنے ہوئے ہیں۔ اُن ہی کا نظام چل رہا ہے، اُن ہی کے اشاروں پر چل رہا ہے اور اُن ہی کے مقاصد اور ایجنڈے کی تکمیل ہو رہی ہے۔ شاید اللہ ربّ العزت نے مسلمانوں کو خلافت کا ادارہ ختم کرنے کی نقد سزا دی ہے۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بہت ضروری ہے۔ ہمارے بعض دوست اور اسلامی نظام کے نفاذ کی خواہش رکھنے غلط فہمی کا ازالہ بہت ضروری ہے۔ ہمارے بعض دوست اور اسلامی نظام کے غلط فہمی کا ازالہ بہت ضروری ہے۔ ہمارے بعض دوست اور اسلامی نظام کے نفاذ کی خواہش رکھنے والے لوگ نظامِ خلافت اور جمہوریت کا تقابل شروع

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

25 رجب تا 2 شعبان المعظم 1432ھ — جلد 20
28 جون تا 4 جولائی 2011ء — شمارہ 26

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون:36316638-36366638 فیکس:36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون:03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا-------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کر دیتے ہیں، حالانکہ نظام خلافت ایک مکمل نظام ہے جو انسان کی زندگی کے نجی اور اجتماعی گوشوں کا احاطہ کرتا ہے۔ نظامِ خلافت میں انسان مادر پدر آزاد نہیں ہے، بلکہ اس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لیے آزادی اور شرعی پابندیوں کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ آزادی کے حوالہ سے انسان کو شرعی حدود سے تجاوز کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں، جبکہ مغربی جمہوریت قطعی طور پر کوئی نظام نہیں ہے، بلکہ محض ایک طرزِ حکومت ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کے زیر سایہ کام کرتی ہے۔ حقیقت میں سرمایہ داروں نے مغربی جمہوریت کو یرغمال بنا لیا ہے۔ صحیح تر الفاظ میں مغربی جمہوریت سرمایہ داروں کی لونڈی بن چکی ہے جو محض اُن کے مقاصد کی تکمیل کرتی ہے۔ اگرچہ یورپ کا چالاک اور عیار سرمایہ دار یہ جانتا ہے کہ اگر اِس جمہور کی ضروریات کا خیال نہ رکھا بلکہ اسے خوش نہ رکھا تو عوامی حکمرانی کا یہ سارا ڈراما فلاپ ہو جائے گا، لیکن اِس جمہوریت نے دنیا کو کیا دیا؟ مادر پدر آزادی، چاہے مرد سے مرد اور عورت سے عورت کی شادی کا ابلیسی قانون پاس کروالو، چاہے مادرزاد برہنہ سڑکوں پر چہل قدمی کرو۔ عورتوں کے حقوق کے نام پر بدترین بے حیائی کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔ پھر نسوانی ہمدردی میں یورپ کی جمہوریت نے ایسے غیر فطری اور غیر منطقی قوانین پاس کر دیئے کہ اب مرد شادی کرتے ہوئے ہزار مرتبہ سوچتا ہے، لہٰذا شادی کا رواج کم اور living together کا رواج زیادہ ہو گیا ہے۔ گویا حرام کاری کا لائسنس دے دیا گیا ہے۔ سرمایہ دار نے میڈیا کے ذریعے انسانوں کے ذہنوں پر بھی کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ لہٰذا عوامی ووٹ جس سے حکومتیں بنتی ہیں کافی حد تک سرمایہ دار کے کنٹرول میں چلا گیا ہے۔

نظام خلافت میں جو طرزِ حکومت ہوگا اُس میں بھی عوام سے رائے اور مشورے میں قطعی طور پر کوئی رکاوٹ نہیں، لیکن اس طرزِ حکومت میں سب کچھ شریعت محمدیؐ کے دائرے میں ہوگا۔ قوم کا بچہ بچہ اور ہر ہر فرد بھی اگر کسی غیر شرعی قانون کا نفاذ یا شرعی حکم کو کالعدم کرنا چاہے تو وہ بھی ناممکن ہوگا۔ ایسا مشورہ دینے کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں عوام کو حق حاصل ہوگا کہ وہ سرِ راہ اور سرِ مجلس اپنے حکمرانوں کو ٹوک سکیں، اُن کا احتساب کر سکیں۔ حکمرانوں کا طرزِ عمل اگر خلافِ شریعت ہو تو وہ اُن کا گریبان پکڑ سکیں گے۔ ہر وہ شے جس کا حکمران کو حق حاصل ہوگا عوام کو اُس سے محروم نہیں رکھا جا سکے گا۔ دن میں کم از کم پانچ مرتبہ محمود و ایاز کو ایک صف میں کھڑے ہو کر مالکِ ارض و سماء کے حضور اپنی بندگی اور عبدیت کا اظہار کرنا ہوگا۔ تاریخِ اسلام میں ہزاروں مثالیں ایسی ہیں جس سے قدیم و جدید دنیا حیران ہے کہ یہ کیسے حکمران تھے کہ لاکھوں مربع میل علاقے پر حکمرانی کرتے ہوئے نہ کوئی کروفر، نہ کوئی بنگل، نہ کوئی گارڈ آف آنر، نہ آگے پیچھے بھاگتی خفیہ سروس، نہ کوئی شاہی انداز، لیکن مجال ہے کہ کوئی ماموریت سے انکار کرے، احکامات کی بجاآوری نہ ہو، کسی کا اثر و رسوخ یا منصب عدل میں رکاوٹ بن سکے، کوئی ظلم ہو اور ظالم بچ جائے۔ خاتونِ جنت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ ہو یا کوئی عام فاطمہ ہو، قانون کا نفاذ سب پر ایک جیسا ہوگا۔ یہی راز تھا کہ زیورات سے لدی پھدی دوشیزہ بے خوف و خطر صحرا عبور کر جاتی تھی۔ یہی راز تھا کہ صاحب نصاب زکوٰۃ ہاتھ میں لیے پھرتا تھا لیکن زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ یہ اُس نظام کا کمال تھا کہ خالدؓ بن ولید جیسا عالمی شہرت کا حامل جرنیل ایک حکم پر تلوار نیام میں ڈال کر دربارِ خلافت میں حاضر ہو جاتا ہے۔ ایک بڑھیا وقت کے عظیم ترین شخص حضرت عمر بن خطابؓ کو ٹوک دیتی ہے۔ ایک قاضی امیر المومنین حضرت علیؓ کے پیش کردہ گواہ مسترد کر کے فیصلہ اُن کے خلاف سنا دیتا ہے۔ حضرت علیؓ سچے ہونے کے باوجود قاضی کے فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ آج بھی اگر ہم نظام خلافت کو اِس کی صحیح روح کے ساتھ اپنالیں تو اِس مقروض اور مفلوک الحال پاکستان میں، جہاں ظلم و ستم آخری حد تک پہنچ چکا ہے، جہاں حکمران اور عوام کا رشتہ آقا اور غلام کے تعلق میں بدل چکا ہے، جہاں امیر و غریب میں ایک بڑی خلیج حائل ہو چکی ہے، جہاں زندگی کا حق صرف اُمراء اور مقتدر اشخاص کو حاصل ہے، اُس پاکستان میں اب بھی دودھ اور شہد کی نہریں بہہ سکتی ہیں۔ یہی پاکستان جنت نظیر بن جائے گا۔ ان شاءاللہ۔ نظامِ خلافت یا نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کرنا شرط ہے۔

بیابہ مجلس اسرار

زکوٰۃ کی کامل تنفیذ

زکوٰۃ کا اسلام کے معاشی شعبے میں بہت اہم حصہ ہے۔ ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت اسلامی ریاست کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ کوئی شخص بھوکا رہتا ہے تو اس کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ ”اگر دریائے فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو قیامت کے دن اس کی جواب دہی عمر(ؓ) سے ہوگی“ معلوم ہوا کہ ہر شہری کے لیے روٹی، کپڑا، مکان، لباس اور تعلیم جیسی بنیادی ضروریات کی فراہمی بھی ریاست کے ذمے ہے۔ کبھی ذوالفقار علی بھٹو نے بھی روٹی، کپڑے اور مکان کا نعرہ لگایا تھا، لیکن وہ محض ایک نعرہ ہی تھا۔ سیاسی اختلافات کی وجہ سے اس نعرے کے خلاف 313 علماء کے فتوے بھی جاری ہو گئے تھے۔ جاننا چاہیے کہ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ کافرانہ نعرہ نہیں ہے، بلکہ یہ چیزیں انسان کی بنیادی ضروریات میں داخل ہیں اور ان کا حصول ہر شہری کا حق ہے۔ اگر آپ اسلام کا نظام خلافت قائم کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ ذمہ داری آپ کو نبھانی پڑے گی کہ کوئی شہری روٹی، کپڑے اور مکان جیسی بنیادی ضروریات سے محروم رہا تو خلافت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ قول و عمل میں تضاد جلد ہی لوگوں کے سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ بھٹو کی وڈیرہ شاہی جلد ہی سامنے آگئی۔ اسے تاریخ میں ایک بہت بڑا موقع حاصل تھا۔ وہ چاہتا تو جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر سکتا تھا۔ دین کے ساتھ اس کا کوئی عملی تعلق نہیں تھا لیکن وہ اس ملک کا ماؤزے تنگ تو بن ہی سکتا تھا، مگر وہ اپنی جاگیردارانہ کھال سے باہر نہیں نکل سکا۔ تاہم جو نعرہ اس نے لگایا وہ صحیح تھا ”كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَ بِهِ الْبَاطِلِ“ کے مصداق اس نعرے سے وہ جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا وہ کوئی اور تھا۔ سوال یہ ہے کہ ہر شہری کی بنیادی ضروریات پوری کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے تو اسلامی ریاست یہ سب کچھ کیسے فراہم کرے گی؟ نظام خلافت ہر شہری کو بنیادی ضروریات کہاں سے فراہم کرے گا؟ یہ سب کچھ زکوٰۃ کی مدد سے پورا ہوگا۔

جمہوری قومی اقتدار نہیں، اسلامی انقلاب

ضمیر اختر خان

مسلمانوں کی آزادی ، خود مختاری دنیوی امن وسکون اور آخرت کی کامیابی صرف اور صرف اسلامی نظام سے وابستہ ہے۔ خلیفۂ راشد و ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنِ ابْتَغَیْنَا الْعِزَّةَ بِغَیْرِهٖ اَذَلَّنَا اللّٰهُ۔

''ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے ذریعے عزت بخشی ہے۔ اگر ہم نے اس عزت کو اسلام کے علاوہ کہیں اور سے تلاش کیا، تو اللہ ہمیں ذلیل کردے گا۔''

آج پورے عالم میں مسلمان رسوا ہو رہے ہیں۔ کہیں یہود جیسی مغضوب قوم ان پر ظلم ڈھا رہی ہے، جیسے فلسطین و لبنان میں۔ کہیں نصاریٰ جیسی ضال قوم ان پر ستم کے پہاڑ توڑ رہی ہے جیسے افغانستان اور عراق میں۔ کہیں ہنود جیسی مشرک قوم ان پر یلغار کیے ہوئے ہے جیسے کشمیر میں اور کہیں روس جیسی دہریہ قوم چیچنیا میں سربریت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ امریکہ جو یہودیوں ہی کا آلہ کار بنا ہوا ہے پورے عالم اسلام کو اپنے تسلط میں لینا چاہتا ہے۔ اس صورت حال میں کہیں سے کوئی کمزور و نحیف آواز اٹھتی بھی ہے تو اس کا ہدف واضح نہیں۔ مثلاً 11 جون 2011ء کے ''روزنامہ اسلام'' کے مکتوبات و مراسلات کے صفحے پر ''اقتدار نہیں، انقلاب'' کا عنوان دیکھ کر ہم بھی متوجہ ہوئے کہ دیکھیں کس انقلاب کی بات ہو رہی ہے۔ حیرت ہوئی کہ صاحب مضمون نے وہی بات لکھی جو سکہ رائج الوقت ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''کشمیری عوام کے مسائل کا حل صرف اور صرف قومی جمہوری انقلاب میں ہے۔ انہوں نے کشمیری عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ ''علاقائی اور قبائلی تعصبات سے باہر نکل کر ایک قومی جمہوری انقلاب کی جدوجہد کے لئے اپنا فیصلہ کن کردار ادا کریں، تاکہ انہیں ان کی طویل جدوجہد اور قربانیوں کا صلہ مل سکے۔'' معلوم نہیں کہ یہ سادگی ہے یا غیروں کی جادوگری کہ اپنے مسائل کا حل آج مسلمان اسلامی نظام سے ہٹ کر ڈھونڈ رہے ہیں۔ اہل کشمیر کو جان لینا چاہیے کہ اگر وہ آزادی چاہتے ہیں تو اسلامی انقلاب سے ملے گی نہ کہ جمہوری و قومی انقلاب سے۔ اِسی طرح فلسطینیوں، چیچنوں، عراقیوں اور افغانیوں کو بھی آگاہ ہو جانا چاہیے کہ اُن کی آزادی کا مسئلہ ہو یا غیروں کے ظلم وستم سے نجات کا معاملہ ہو، نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اسلامی انقلاب۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانان عالم پر ظلم وستم کی رات ختم ہو، تو اس کے لئے جلدی کیجئے اور گومگو کی کیفیت سے نکل آیئے اور یہ جائزہ لیجئے کہ ہم اس حال کو کیوں پہنچے۔ آج مسلمان حیران و پریشان ہیں۔ ایسے میں مسلمانوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے کہ وہ کیا کریں۔ اپنے خالق و مالک کا در چھوڑ کر ہم نے اسی طرح کی رسوائی سے دوچار ہونا تھا۔ اس گومگو کی کیفیت سے نکلنے کا راستہ ایک ہی ہے کہ ہم اپنے رب سے تعلق بحال کریں اور اس کی عملی صورت یہ ہے کہ انفرادی سطح پر اس کی جناب میں توبہ کریں اور اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور جلد از جلد اپنے معمولات کو اسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالیں اور اجتماعی طور پر اسلامی انقلاب کے لئے اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں لگانا شروع کریں۔

اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل بھی ہمیں سیرت رسول ﷺ سے معلوم کرنا ہوگا۔ سیرت رسول ﷺ سے اسلامی انقلاب کے سات مراحل ہمارے سامنے آتے ہیں۔ پہلا مرحلہ دعوت و تبلیغ کا ہے۔ اس مرحلے میں اسلام کی آفاقی دعوت کو جس کی بنیاد توحید باری تعالیٰ ہے، عام کیا جائے۔ اسی کو دعوت ایمان بھی کہتے ہیں۔ نظریۂ توحید کی اشاعت اس شد و مد سے کی جائے کہ کلمۂ توحید ہر فرد بشر کے کانوں تک پہنچے۔ اس کی ضرب لوگوں کے باطل عقائد پر پڑے۔ ان کی فکر کو ہلا دے۔ دعوت توحید کی صدائیں بلند ہو کہ انسان حاکم نہیں بلکہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ ان الحکم الا للہ۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

حاکمیت (Sovereignty) نہ کسی فرد کی ہے، نہ خاندان، نہ قوم، نہ عوام کی اور نہ پوری نوع انسانی۔ یہ فقط خالق ارض و سماء کا استحقاق ہے۔ جس طرح عبادت صرف اسی کی ہے۔ دعا صرف اسی سے کی جائے۔ قانون بھی اسی کا انسانوں پر رائج ہو۔ اسی توحید کا تقاضا ہے کہ ملکیت ہر شے کی صرف اللہ کا حق ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ امانت ہے۔ توحید ہی کا ایک مظہر یہ ہے کہ معاشرتی سطح پر کامل مساوات ہو۔ انسان سب اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ اور ان کی اصل ایک ہے۔ یعنی سارے انسان آدم و حوا کی اولاد ہیں لہٰذا برابر ہیں۔

اسلامی انقلاب کا دوسرا مرحلہ انقلابی جماعت کی تشکیل و تنظیم ہے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ترتیب دی تھی جس کا مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تین اوصاف جن کی وجہ سے وہ عظیم الشان انقلاب برپا ہوا تھا، جس کی کوئی دوسری مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی، یہ ہیں: پہلا وصف بنیان مرصوص، سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہونا ہے۔ باطل کے مقابلے میں ان کی یہ کیفیت سورۃ الصف کی آیت نمبر 4 میں بیان ہوئی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (4)﴾ ''یقیناً اللہ کو محبوب ہیں وہ لوگ جو اس کے راستے میں جنگ کرتے ہیں صفیں باندھ کر جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔'' اس آیت کا مصداق کامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے اور انہی کے ذریعے کامل ترین انقلاب برپا کیا تھا محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ ان کی دوسری صفت سمع و طاعت کا خوگر ہونا ہے۔ ان سے بڑھ کر ﴿وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا﴾ ''سنو اور اطاعت کرو'' پر کسی نے عمل نہیں کیا ہوگا۔ یہ اسی صفت کی برکت تھی کہ کل 23 سال کے مختصر عرصے میں پورے جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب آگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تیسری صفت تھی: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾ (الفتح:29) وہ کفار کے مقابلے میں بہت سخت اور آپس میں نہایت مہربان تھے۔ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم تھے۔ رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن۔ بھلا ایسوں سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس طرح کی جماعت تو اب دنیا میں دوبارہ قائم نہیں ہو سکتی مگر ان کی طرف نسبت رکھنے والوں کے اندر ان اوصاف کا پرتو کسی درجے میں ہونا

لازمی ہے، ورنہ اسلامی انقلاب نہیں آ سکتا۔

اسلامی انقلاب کا تیسرا مرحلہ یا لازمہ کارکنان جماعت کی تربیت وتزکیہ ہے تاکہ وہ اللہ والے بنیں۔ ﴿کونوا ربانیین﴾ اللہ والے بنو۔ جب تک اللہ والے وجود میں نہیں آئیں گے اسلامی انقلاب کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ محض عسکری تربیت ہو، صرف چلت پھرت اور حرکت ہو، ان چیزوں سے اسلامی انقلاب نہیں آتا۔ اس کام کے لئے تو ''ربیون'' اللہ والے درکار ہیں: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ﴾ (آل عمران: 146) اور کتنے ہی انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر ''ربیون'' (یعنی اللہ والوں) نے جنگ کی تھی۔ اور نہ وہ پست ہمت ہوئے ان مصیبتوں کی وجہ سے جو اللہ کے راستے میں انہیں پہنچیں، نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ انہوں نے دشمن کے آگے گھٹنے ٹیکے۔ شجاعت، بہادری و جوانمردی پیدا ہی اس وقت ہوتی ہے جب لوگ اللہ والے بنتے ہیں۔ ورنہ کمانڈو بن کر بھی بزدلی کے ایسے ایسے مظاہرے کرتے ہیں کہ پوری قوم کو اس بزدلی کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کا اولاً اللہ والا ہونا لازمی ہے اور یہی للّٰہیت ان میں وہ بہادری، دلیری اور حوصلہ مندی پیدا کرے گی کہ وہ اپنے سے دگنی نہیں، دس گنی بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد پر مشتمل کفار کی فوج سے بھی پروانہ وار ٹکرائیں گے۔ اگر پیش نظر صرف عسکری قوت ہی ہے، صرف مادی تربیت ہی ہے، تو وہ اسلامی انقلاب کے لئے ناکافی ہے۔ اسلامی انقلابی کو رات کا راہب اور دن کا شہسوار چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی تربیت کے لئے تین عناصر کا بطور خاص استعمال کیا۔ پہلی چیز تلاوت قرآن ہے جس کے ذریعے انقلابی نظریہ استحضار وشعور پیدا ہوتا ہے۔ اس عنصر کا اتنا اہتمام ہوتا ہے کہ نماز کا بڑا حصہ تلاوت قرآن پر مشتمل ہے۔ تہجد کا پورا پروگرام ہی تلاوت کے لئے ہے۔ لہٰذا تربیت کی پہلی شق ہے قرآن کو مسلسل محنت کر کے اہل ایمان کے دلوں میں اتارا جائے۔ دوسری چیز مخالفت و مجاہدہ نفس بذریعہ عبادت۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خاص طور پر قیام اللیل وتہجد نفس پر قابو پانے کے بہترین نسخے ہیں۔ جو نیند، بھوک، مال اور دیگر اسباب دنیوی کی قربانیاں دینا سیکھ لیں گے وہ وقت آنے پر جان کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ تیسری چیز جو انقلابی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے وہ مخالفت وایذا پر صبر واستقامت کا مظاہرہ ہے۔ اسلام کی راہ تو مستقیم ہے مگر اس کے اردگرد کانٹے ہی کانٹے ہیں۔ اس راہ پر جیسے ہی کوئی قدم رکھتا ہے تو اس کا دامن کانٹوں سے الجھنے لگتا ہے۔ کہیں اندر سے نفس کے کانٹوں کی چبھن محسوس ہوتی ہے، تو کہیں شیطان کے پھیلائے ہوئے کانٹے سد راہ بنتے ہیں اور کبھی شیطان کے لاؤ لشکر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان سب کے مقابلے کے لئے انتہائی مؤثر ذریعہ صبر واستقامت ہے۔ صبر واستقامت کی تربیت کسی کونے گوشے میں بیٹھ کر حاصل نہیں کی جاتی بلکہ اپنے معاشرے اور ماحول میں رہتے ہوئے شریعت کے احکام پر عمل درآمد سے حاصل ہوتی ہے۔ صحابہ کرام ؓ کے دور میں تو صرف کلمہ پڑھنے پر کشمکش شروع ہو جاتی تھی۔ آج صبح سے شام تک کوئی کلمے کا ورد کرتا رہے اسے کوئی مشکل ومصیبت پیش

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

وزیر داخلہ ہر واقعہ کا ذمہ داری طالبان کو ٹھہرا کر عوام کو گمراہ اور اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں

پی این ایس مہران پر حملہ کرنے والے چاروں دہشت گرد غیر ملکی تھے اِس انکشاف پر وزیر داخلہ رحمان ملک کو استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ وزیر داخلہ سینکڑوں مرتبہ یہ بات دہرا چکے ہیں کہ پاکستان میں بلیک واٹر یا کوئی دوسرے غیر ملکی دہشت گرد کارروائیاں نہیں کر رہے بلکہ یہ پاکستانی طالبان کی کارستانیاں ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ڈھٹائی، دروغ گوئی اور بے شرمی اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ وہ سب کچھ جانتے بوجھتے اس طرح کے بیانات داغ دیتے ہیں تاکہ غیر ملکی اسلام دشمن آقاؤں کی سرپرستی اور حمایت اُنھیں حاصل رہے اور وہ اقتدار پر براجمان رہ سکیں۔ اُنھوں نے کہا کہ درحقیقت وہ ایسے بیانات سے عوام کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اپنے فرضِ منصبی سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ دہشت گردی کے حوالہ سے اصل مجرموں کو بچانے کی کوشش اور بے گناہوں پر الزام تراشی ایسا سنگین جرم ہے جس کی پاداش میں حکمرانوں کو دنیا اور آخرت میں عبرت ناک سزا بھگتنی ہوگی۔ اُنھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حکمرانوں سے نجات دے جو غیر ملکی آقاؤں کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اپنوں پر جھوٹے الزامات لگانے اور بہتان تراشی سے گریز نہیں کرتے۔ (پریس ریلیز: 20-جون 2011ء)

اللہ اکبر کے ایمان افروز نعرہ اور اس پر استقامت سے یورپ اور امریکہ کی مشترکہ جدید ٹیکنالوجی طالبانِ افغانستان کے آگے ناک رگڑ رہی ہے

باچا خان کی صُلبی اور سیاسی اولاد نے اُن کے نظریات کو بیچ کھایا ہے اور اپنے اسلام اور ایمان کی خودنفی کر دی ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے اے این پی کے رہنما بشیر بلور کے اس بیان پر تبصرہ کر رہے تھے کہ ''اللہ اکبر کا دور ختم ہو چکا اب نئی ٹیکنالوجی کا دور ہے۔'' انھوں نے کہا کہ یہ بات اگر نائن الیون کے سے پہلے کی جاتی تو اس کے رد میں دلائل دینا پڑتے اور تاریخی حوالے دینے پڑتے، لیکن اب تو بشیر بلور کو صرف خیبر پختون خوا سے ملحقہ علاقے یعنی افغانستان پر نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ جہاں اللہ اکبر کے ہاتھوں جدید ٹیکنالوجی ذلیل و رسوا ہو رہی ہے۔ امریکہ طالبان سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ طالبانِ افغانستان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کا سامنا صرف امریکہ کو نہیں بلکہ نیٹو فورسز کو ہے۔ بالفاظ دیگر یورپ اور امریکہ کی مشترکہ جدید ٹیکنالوجی طالبانِ افغانستان کے آگے ناک رگڑ رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ باچا خان مغربی استعمار اور سرمایہ دارانہ نظام کے بدترین دشمن تھے لیکن اے این پی نے ان کے نظریات سے ہی انحراف نہیں کیا، بلکہ پختونوں کے خون کی بھی سوداگری کی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

نہیں آئے گی۔ ہاں شریعت کے احکام پر عمل کرے تو مخالفت شروع ہو جائے گی۔ نوجوان داڑھی رکھیں اور وہ بھی سنت کے مطابق تو معاشرے میں اجنبی بن جائیں گے۔ خواتین شرعی پردہ کریں تو دیکھئے کیا قیامت ٹوٹتی ہے۔ خواتین کا پردہ کرنا اور غیر محرموں سے اختلاط سے بچنا تو دور حاضر کے طاغوت کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ تبھی تو سکارف تک برداشت نہیں ہوتا۔ پردہ تو ہے ہی اس طاغوت کے لئے ایٹم بم سے زیادہ مہلک شے۔

اسلامی انقلاب کا چوتھا مرحلہ صبر محض اور عدم تشدد ہے۔ کفوا ایدیکم۔ اپنے ہاتھوں کو باندھے رکھو، والا نقشہ کہ جس میں دعوت دین شد و مد سے دی جائے۔ تمام باطل معبودوں کی نفی کی جائے۔ لا الہ الا اللہ کی ضرب جب معبودان باطل پر پڑے گی تو وہ ردعمل کا مظاہرہ کریں گے۔ آج کے دور میں جب کہا جائے گا کہ ''سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے۔'' Sovereignty belongs to Allah alone، تو باطل کے ایوانوں میں بھونچال آجائے گا۔ ایسے میں وہ پہلے میڈیا کو استعمال کر کے پھونکوں سے اس چراغ کو بجھانے کی کوشش کریں گے۔ اس کے لئے مسلمانوں میں سے انہیں ایجنٹ ملیں گے جو لبرل اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمان عوام کو دھوکہ دیں گے۔ انقلابی تربیت سے گزرے ہوئے کارکن اس موقع پر صبر و تحمل اور عزم و ہمت اور استقامت کا مظاہرہ کریں، تاکہ دنیا اسلام کے اخلاقی معیار کا نمونہ دیکھے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں صبر و استقامت کے ایسے نمونے ملتے ہیں کہ بے ساختہ ان کے لئے رضی اللہ عنھم اجمعین کہنے کو جی چاہتا ہے۔ پوری مکی دور میں انہیں حکم تھا کہ ﴿كُفُّوٓا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (النساء:77) ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم رکھو۔'' صبر محض کا ایسا زبردست مظاہرہ کہ کسی ایک شخص نے بھی نبی ﷺ کے حکم اور ہدایت کی خلاف ورزی نہیں کی۔ شدید جسمانی تشدد کے جواب میں بھی کسی نے کبھی جوابی کارروائی نہیں کی جبکہ ایسے مواقع پر مشتعل آدمی کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اگر اس طرح کی صورت حال میں مظلوم مشتعل ہو کر تشدد کا جواب تشدد سے دینے لگیں تو باطل کے علمبرداروں کو اسلامی انقلاب کے حامیوں کو کچلنے کا پورا اخلاقی جواز مل جاتا ہے۔ کاش اسامہ بن لادن صحابہ کرامؓ کے کردار کو سامنے رکھتے تو نتائج بہت مختلف ہوتے۔ اسلامی انقلاب کا یہ مرحلہ جسے صبر محض سے تعبیر کیا گیا، دلوں کو فتح کرنے کا وسیلہ بنتا ہے۔ اور ؏

''جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ۔'' اسلامی انقلابی جماعت کا صبر محض کا دور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں ایک طرف تو اسے اپنے تین ابتدائی کاموں کی بھرپور مہلت ملتی ہے یعنی دعوت کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا، دعوت قبول کرنے والوں کو منظم کرنا اور پھر ان کی تربیت کرنا۔ صبر محض سے کارکنوں میں قوتِ برداشت، قوت ارادی پروان چڑھتی ہے اور اپنے موقف سے وفاداری مضبوط ہوتی ہے اور اس پر استقامت حاصل ہوتی ہے۔ مصائب کی بھٹیوں سے گزر کر ان کے اندر آہنی عزم اور پہاڑوں سے ٹکرانے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور ان میں ایثار و قربانی کا جذبہ اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ جاتا ہے اور دوسری طرف جور و تعدی، تشدد و ستم جھیل کر معاشرے کی خاموش اکثریت کے دل جیتتے چلے جاتے ہیں۔ یادش بخیر، تحریک طالبان پاکستان کے ردعمل سے قبل پاکستان کے 95 فیصد عوام طالبان افغانستان کو مظلوم سمجھتے تھے اور امریکہ کو ظالم و جارح۔ مگر اب سروے کر کے دیکھ لیجئے، گراف مختلف بنے گا۔ سیرت نبوی ﷺ اور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انحراف کا نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ فیا اسفا!!

انقلاب اسلامی کا پانچواں مرحلہ، خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے اور باطل کے خلاف اقدام کا مرحلہ ہے۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اتنی طاقت حاصل ہو جائے جس کے استعمال سے باطل و فاسد، ظالم و استحصالی نظام کا قلع قمع ہو سکتا ہو۔ یہ فیصلہ بہت سمجھ و سوچ کا تقاضا کرتا ہے۔ ورنہ Premature اقدام دنیوی اعتبار سے ساری محنت پر پانی پھیر سکتا ہے۔ راست اقدام کا فیصلہ بہت نازک ہوتا ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سہولت حاصل تھی کہ ابھی وحی کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اس لئے رہنمائی یا تو براہ راست اللہ کی طرف سے ہوتی تھی یا نبی ﷺ اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرتے تھے اور اس کی بھی تصویب ہو جاتی تھی اور کم سے کم درجے میں اللہ کی طرف سے خاموش توثیق ہو جاتی تھی۔ اب معاملہ خالصتاً اجتہادی ہوگا۔ اس میں غلطی کا امکان ہے۔ لیکن ہر ہر مرحلے پر اگر رہنمائی سیرت رسول ﷺ اور حیات صحابہؓ سے لینے کی کوشش کی جائے گی، تو غلطی کا امکان کم از کم رہ جائے گا۔ اس ضمن میں علمائے اسلام کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر وہ بروقت اپنا اثر و رسوخ اور فہم و فراست استعمال کر کے اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں مسلسل رہنمائی کرتے رہیں تو نتائج بہتر ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ علماء کرام بھی اسلامی انقلاب کو ہی اپنا اعلیٰ ہدف بنائیں اور باقی سب کاموں کو چاہے وہ تعلیم و تعلم دین ہو یا تربیت و تزکیہ نفوس، سب کو اللہ کے دین کے غلبہ و قیام کے لئے بطور ذرائع استعمال کریں۔ اللہ توفیق دے۔

انقلاب اسلامی کا چھٹا ناگزیر مرحلہ مسلح تصادم یا قتال فی سبیل اللہ ہے۔ یہ مرحلہ باطل کا غلبہ کو ختم کرنے اور اس کا زور توڑنے کے لئے ہے نہ کہ تمام لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کے لئے۔ افراد کو نہ کبھی پہلے اپنا دین بدلنے پر مجبور کیا گیا ہے اور نہ آئندہ کیا جائے گا۔ اس کا ابدی اصول اللہ نے یہ دیا ہے۔ کہ ﴿لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَيِّ ۚ﴾ (البقرۃ:256) ''دین (کے معاملے میں) زبردستی نہیں ہے۔ بے شک ہدایت کی راہ گمراہی سے جدا ہو کر روشن اور واضح ہو چکی ہے۔'' لیکن باطل کا غلبہ کبھی گوارا نہیں کیا جائے گا۔ زمین اللہ کی ہے، اس پر تشریعی نظام (Law of the land) بہر صورت اللہ ہی کا قائم و نافذ ہوگا۔ اگر اہل حق میں کوئی غیرت و حمیت ہے، تو وہ حق کا بول بالا کرنے، اسے غالب کرنے اور باطل کو مٹانے، اسے سرنگوں کرنے کی جدوجہد کے لئے تن، من، دھن سب کچھ لگا دیں۔ آج کے دور میں ایک دل خوش کن نعرہ جس نے مسلمانوں کو بزدل بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے وہ ہے۔ پرامن بقائے باہمی (Peaceful coexistence) یعنی دو متضاد فکری نظام پرامن طریق پر پہلو بہ پہلو رہیں۔ یہ صورت باطل کے لئے تو قابل قبول ہے اس لئے کہ اسے تو اس طرح اپنے وجود اور بقاء کے لئے ضمانت ملتی ہے۔ لیکن حق اسے گوارا نہیں کرتا بلکہ حق و باطل کے درمیان پرامن بقائے باہمی (Peaceful cocxistence) خود باطل ہے۔

موجودہ حالات میں نہتے اور مظلوم مسلمانوں کو دیکھتے ہوئے اسلامی انقلاب کی بات کرنا دیوانے کی بڑک لگتی ہے، خاص طور پر جبکہ صبح و شام ہمارا میڈیا امریکہ کی کبریائی کے ڈنکے بجا رہا ہے، ایسے میں اسلامی انقلاب کی بات کرنا، امریکہ کے غیظ و غضب کا نشانہ بننے کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن جن کا ایمان ہے کہ اللہ علی کل شی قدیر ہے اور وہ ابابیل کے ذریعے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کر سکتا ہے، ان کو اسلامی انقلاب کو سمجھنے اور اسے برپا کرنے میں کوئی چیز ناممکن نظر نہیں آتی۔ آیئے اپنے رب کی مدد طلب کرتے ہوئے اپنی زندگی کا اولین ہدف یہ طے کریں کہ ؎

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

(باقی صفحہ 14 پر)

ایف آئی آر کاٹی جاچکی!

ہمیں دوہرا معیار ترک کرنا ہوگا

بلال ابن حفیظ

موجودہ دور میں منافقت، مکاری اور دوہرا معیار ڈپلومیسی کے بنیادی اُصول ہیں۔ ''میز'' پر کامیابی کا انحصار چرب زبانی، دھوکہ دہی اور میدان میں اپنے مفادات کی حفاظت کے ساتھ دوسروں کی کمزوریوں کو نشانہ بنانے سے مشروط ہے۔ موجودہ جمہوری سیاست کا تو خمیر ہی نفاق سے اُٹھا ہے۔ گویا موجودہ دنیا میں سیاسی منظر نامہ اسی بنیاد پر سجتا ہے۔ جوڑ توڑ، اتحاد، دشمنیاں سب اسی محور کے گرد گھومتی ہیں کہ میرا 'قومی' مفاد محفوظ رہے۔ 'مفاد' اور 'قوم' دو اہم تصورات ہیں۔ افسوس کہ اس حقیقت سے آشنائی کے باوجود ہم 63 برس گزر جانے کے باوجود بھی ان تصورات کی تشریح اپنے لئے بحیثیت قوم بیان کرنے سے لاچار ہیں۔

اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک میں اسلام ناپید، اقتدار مفقود، علم مفلوج، عقل نامعقول اور انسان مردود بن کر رہ گئے ہیں۔ جمہوریت میں جمہوری نمائندگان اور میڈیا عوام اور ملک کی آواز اور شعور کے آئینہ دار ہوتے ہیں، مگر افسوس کہ مندرجہ بالا اوصاف سے یہ عاری ہیں۔ الا ماشاء اللہ

63 برس میں جو سفر ہم نے طے کیا ہے وہ دوہرے معیار، منافقت اور عاقبت نااندیشی کی مثال ہے۔ عاقبت نااندیشی ہمیں سُودی معاملات اور بددیانتی کی وجہ سے ملی۔ اللہ نے بتادیا تھا کہ

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنادیا ہو۔'' (البقرہ:275)

منافقت، اللہ و رسول ﷺ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی سزا میں اور دنیا میں گم ہونے کی وجہ سے ملی۔ دوہرا معیار تو اس خود ساختہ گمان کی وجہ سے عمل کا حصہ بنا کہ ہم اپنے آپ کو بہت معاملہ فہم، پُرحکمت اور حالات کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت کے حامل گردانتے ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

ہماری 'قومی' تاریخ انتہائی دردناک ہے۔ دھوکہ کی ابتدا تو ہم نے پیدائش سے ہی کی، صرف اشارہ ہی کافی ہوگا کہ ہم نے قرارداد مقاصد کیسے پاس کی؟ ملک کی باگ ڈور کن کے ہاتھوں میں دی؟ پہلا وزیر خارجہ کون بنا؟ مارشل لاء کب، کیوں اور کیسے لگے؟ آئین کس ''دیانت داری'' سے بنائے گئے؟ 1965ء کی جنگ کہاں ہارے؟ مشرقی پاکستان میں ہم نے کیا کیا؟ ملک دولخت کیوں اور کیسے ہوا؟ ایٹمی پروگرام کب اور کیسے شروع ہوا؟ روس کو دھوکہ کیسے دیا؟ امریکہ کے 'فطری' اتحادی ہمیشہ کیوں رہے؟ 'افغان جہاد' میں کس سے، کیوں اور کیسے لڑے؟ 'مجاہدین' کہاں سے آئے؟ ہم اس انجام تک کیسے پہنچے؟ یہ تمام سوالات خود دوہرے معیار کا شاہکار اور ان کے جوابات 'نفاق عملی' کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ فی الوقت ان پر بحث کی حاجت نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ اداروں کی سطح پر، ملکی مفاد کی سطح پر، اور نظریات کی سطح پر دو رائے رکھی ہیں۔ ایک نظام ہائے باطلہ کے دیوتاؤں کی 'آشیرباد' کے لیے اور دوسری وحدہٗ لاشریک کی 'رضوان' کے لئے۔ نتیجتاً حال یہ ہوگیا کہ

''بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف ہوتے ہیں اور نہ ان کی طرف۔'' (النساء:143)

کشمیر کے مسئلہ پر ہم نے بھارتی ظلم و ستم، قبضہ، پانیوں کا کنٹرول اور دیگر امور پر واویلا کیا، نعرہ لگایا بلکہ معذرت کے ساتھ 'عوام کالانعام' سے نعرہ لگوایا؛ ''کشمیر سے رشتہ کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' پھر خود ہی مختلف مسالک اور مکاتبِ فکر کے لوگوں کو مسلح کیا، تربیت دی، ان کے سینوں پر مجاہد کا تمغہ سجایا اور کشمیر میں 'جہاد فی سبیل اللہ' کے نام پر جھونک دیا۔ اس لڑائی کا فائدہ کس کو ہوا؟ کشمیریوں کو، پاکستانی عوام کو، یا جرنیلوں کو؟ کشمیر میں لڑائی کے لئے بھارت کی نیندیں حرام کرنے کے لئے پہلے مجاہدین کو جرنیلوں نے اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے تیار کیا اور پھر ان کی سرپرستی سے اپنا ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی۔ اس کے نتائج دردناک ظاہر ہونے لگے۔ کشمیر کاز کو تو منوں مٹی تلے دبا دیا، جس مفاہمت کی راہ پر بھارت کے ساتھ چلنے کی کوشش کی، تو اس کا بدلہ اُس نے افغانستان میں اپنے قونصل خانوں، شمال میں اپنے نظریاتی حامیوں، جنوب میں اپنے فطری ساتھیوں، مغرب میں بلوچستان و ملحقہ سرحدی علاقوں میں بے چینی و انارکی کی لہر اور مشرق میں فوجی جنون سے لینا شروع کیا۔

تاریخ میں جن سے شرعی نظام کے نفاذ کے معاہدات کئے انہیں دوسروں کے ایماء پر اور نظامِ طاغوت کی حفاظت کے لئے لہولہان کیا۔ بات یہاں بھی نہ رکی، soft Image کے لئے لال مسجد اور جامع حفصہ کو انسانی لہو سے لال کیا۔ طالبان پر یہ الزام تھا کہ وہ لڑکیوں کے اسکول بم سے اڑا دیتے ہیں مگر ہم نے پہلے طالبات کو بم سے اُڑایا (انتہائی شرمندگی کے ساتھ یہ الفاظ تحریر کر رہا ہوں) اور پھر ایشیا کی سب سے بڑی 'خواتین کی اسلامی درسگاہ' کو منہدم کردیا۔

افغانستان میں جن لوگوں کو خود پال کے جوان کیا اور مجاہد کہا، انہی کو وقت اور حالات بدلنے پر 'دہشت گرد' ہونے کا ''اعزاز'' دیا۔ جنہیں بھائی کہتے تھے انہیں دشمن کہنے لگے اور ان کے قتل عام کے لئے مقدور بھر جہاد بھی کرتے رہے۔

وانا، وزیرستان کی تو داستانِ غم ہی کا مجموعہ ہے۔ اوّلاً تمام مجاہدین دہشت گرد قرار پائے۔ مفاہمت کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے۔ جارحیت کو وہاں اپنی مہارت سمجھے اور جو قتل عام شروع کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب کسی نے ہوش میں آنے کی کوشش کی تو سی آئی اے اور را نے ملک میں کوئی نہ کوئی دہشت گردی کروائی اور اقتدار میں بیٹھے سی آئی اے اور را کے ایجنٹوں نے اس کی کڑیاں وزیرستان سے ملا ڈالیں۔ وہاں بھی دوغلے پن میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ امریکہ سے امداد مانگتے، اسلحہ لیتے اور پہاڑوں میں جاکر بمباری کرتے۔ جب وہ اس سے آشنا ہوئے تو خود ڈرون حملے شروع کردیئے، جب ہلاکتیں بڑھنے لگیں تو خفیہ معاہدات کا دور قبائلیوں سے شروع کیا۔ ایک ایجنسی ایک کی پشت پناہ اور دوسری دوسرے قبیلے کی مدد و معاون ٹھہرتی۔ ہمارا انداز انتہائی

نرالا ہے۔ ہم دو دشمنوں امریکہ اور چین کے دوست ہیں۔ ان کی دشمنی میں پسنے کا مزا بھی لے رہے ہیں۔ امریکہ سے قرضوں اور اس کی آشیر باد سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی شرائط اور پالیسیوں کا بار بھی اُٹھا رہے ہیں، اور چین سے دیگر فوائد لینے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ ہمارے ازلی دشمن بھارت اور اسرائیل ہمارے اتحادی کے دیرینہ رفیق ہیں، مگر ہم اپنا دشمن بحیثیتِ قوم ’طالبان‘ اور نام نہاد ’القاعدہ‘ کو گردانتے ہیں۔ ایک جانب ہم اس نام نہاد جنگ جو درحقیقت صلیبی جنگ ہے اور ’اسلام‘ کے خلاف ہے، فرنٹ لائن اتحادی ہیں اور دوسری جانب ملّتِ اسلامیہ کے رہنما بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ افواجِ پاکستان کو مجاہدوں کا دستہ اور ایٹم بم کو ’اسلامک بم‘ کہتے ہیں۔ اس جنگ میں چن چن کر ڈالروں کے عوض جو حقیقی مجاہدین ہم نے بیچے ہیں اس کی نظیر نہیں اور گیدڑ بھبکیوں کے بدلے جو قاتل، غدار اور ملک دشمن ’’دیوتا‘‘ چھوڑے ہیں اس کی بھی مثال نہیں۔ اب حالات اس قدر تشویش ناک ہیں کہ ملک کے چار میں سے تین صوبے علیحدہ ریاستوں اور (نسلی بنیادوں پر) اقوام کے حوالے سے اپنی شناخت چاہتے ہیں۔ ملک میں پاکستانی یا مسلمان کہلوانے والے کم اور دیگر ناموں سے پکارے جانے والے اور ان ناموں پر فخر کرنے والوں کی بہتات ہے۔ ہر گزرتی گھڑی کے ساتھ عوام اور افواج کے درمیان خلیج بڑھتی جا رہی ہے، اور ایک دوسرے پر تنقید و الزام تراشی کا موسم اپنے جوبن پر ہے۔ خطا کار تو شاید کوئی نہیں البتہ گناہگار سب ہیں۔ یہ ہمارے افراد اور بحیثیت قوم ہمارے اعمال کا شاخسانہ ہے جو ہم بھگت رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں عالمی دنیا ہمارے خلاف کریک ڈاؤن کرنے کی مکمل تیاری میں ہے۔ جس سرعت کے ساتھ ہم اپنے دشمنوں کے لئے حالات سازگار بنا رہے ہیں اتنی جرات تو شاید اُن میں نہ ہو۔

ہمارے خلاف جو چارج شیٹ تیار کی گئی ہے اور ہر گھڑی گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے، اس کی چند جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں؛

☆ ملکِ پاکستان ایک غیر مستحکم ریاست ہے جہاں جمہوریت، عدلیہ اور آئین حقیقی معنوں میں بحال نہیں۔ انارکی کی کیفیت پروان چڑھ رہی ہے۔ عوام کو بنیادی حقوق میسر نہیں۔ ادارے باہم دست و گریباں ہیں۔ لاقانونیت اور کرپشن آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔

☆ پاکستان کا اور پوری دنیا کا امن، پاکستان کی وجہ سے داؤ پر لگا ہوا ہے۔ یہاں کے ریاستی ادارے اور ایجنسیاں دہشت گردوں (یعنی مجاہدوں) کی پشت پناہ ہیں، جو پوری دنیا میں دہشت گردی میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ ممبئی حملوں میں قصاب، نیویارک ٹائمز اسکوائر بم میں فیصل شہزاد، اسی طرح نجیب اللہ زازی اور دیگر دہشت گردی کے واقعات میں پکڑے جانے والے، درحقیقت سب پاکستان سے ہی تربیت حاصل کر کے دنیا کا امن برباد کر رہے ہیں اور حکومت پاکستان ان کے خلاف کسی بھی قسم کا فیصلہ کن اقدام کرنے کو تیار نہیں۔

☆ پاکستان میں موجود مدارس درحقیقت دہشت گردی کی بنیادی درس گاہیں ہیں۔ یہاں پڑھایا جانے والا نصاب ایسے نوجوان پیدا کر رہا ہے جو مزاجاً انتہا پسند اور عملاً القاعدہ و طالبان کے لئے ورکنگ فورس کا کام کر رہے ہیں۔ یہاں انہیں انتہا پسندی، شدت پسندی اور دہشت گردی کی علمی و عملی تربیت دی جاتی ہے جو کہ پاکستان کے روشن خیال عوام اور عالمی امن کے لیے خطرہ ہے۔ حکومت پاکستان ان مدارس کو بند کر رہی ہے، نہ ہی مذہبی رہنماؤں کے لیے کوئی سدباب کر رہی ہے، جو معاشرے میں انتہا پسندی کو فروغ دے رہے ہیں اور متوسط طبقہ کا پڑھا لکھا نوجوان جو جمہوریت سے مایوس ہو چکا ہے ان کی طرف تیزی سے مائل ہو رہا ہے۔

☆ اگرچہ حکومت و افواجِ پاکستان کو سوات میں کامیابی حاصل ہوئی ہے مگر یہ دہشت گردوں کے خلاف اسی قسم کا آپریشن شمالی وزیرستان میں کرنے کو تیار نہیں جو پاکستان کی بدنیتی کا ثبوت ہے۔ اسی طرح سے فی الوقت پاکستانی ادارے افغان طالبان خصوصاً جلال الدین حقانی گروپ اور گلبدین حکمت یار کی حزبِ اسلامی کی مالی و انٹیلی جنس سپورٹ کر رہے ہیں۔

☆ نسلی منافرت، ظلم و زیادتی اور انتہا پسندی کی وجہ سے بلوچستان کے عوام نالاں ہیں اور اُن کے حقوق کی خاطر اُنہیں جداگانہ ریاست کے طور پر حقوق دے دینے چاہئیں۔

☆ افغان طالبان کی اعلیٰ قیادت کوئٹہ سے چمن تک پھیلی ہوئی ہے۔ پاکستان ان کی مسلسل پشت پناہی کر رہا ہے، مالی و لاجسٹک سپورٹ کر رہا ہے، ان کے خلاف کسی بھی قسم کا اقدام کرنے کو تیار نہیں اور کسی بھی فورم پر ’کوئٹہ شوریٰ‘ کی حقیقت و حیثیت ماننے سے منکر ہے۔ آپریشن ’جیرونیمو‘ کی کامیابی کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ پاکستان نے دنیا کے سب سے بڑے ’’دہشت گرد‘‘ کو محفوظ مقام دیا اور یہاں سے دنیا میں دہشت گردی کرنے کے لئے ذرائع بھی فراہم کیے۔

☆ فوجی تنصیبات پر ہونے والے حملے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ افواجِ پاکستان اپنی حفاظت، عوام کی حفاظت اور اہم قومی اسٹریٹیجک تنصیبات کی حفاظت کرنے سے قاصر ہے جو کسی بھی وقت دہشت گردوں کے حملے کا نشانہ بن سکتی ہیں۔

☆ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہمیشہ سے ہی عالمی امن کے لیے خطرہ رہا ہے، مگر اب یہ خطرہ انتہائی شدت اختیار کر گیا ہے، جس کی وجہ: اوّلاً پاکستان نے پچھلے 6 برسوں میں اپنے ایٹمی پروگرام کو سو فیصد تک بڑھا دیا ہے۔ دنیا میں سب سے تیزی سے بڑھنے والا ایٹمی پروگرام فی الوقت پاکستان کا ہے، خوشاب کے مقام پر پاکستان نے پلوٹونیم کی افزودگی کے لئے ری ایکٹرز کی تعمیر دہشت گردی کے خلاف جنگ شروع ہونے کے بعد کی اور دس برس کے قلیل عرصے میں دو ری ایکٹر اپنا کام کر رہے ہیں اور تیسرا 2013ء میں کام کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ افواج پاکستان ایٹمی ہتھیاروں کی حفاظت کی اہلیت نہیں رکھتیں اور دہشت گردوں کا کوئی بھی حملہ عالمی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ہمارے منافقانہ مزاج اور دوہرے معیار کی پالیسی نے ہمیں بحیثیت افراد، ملک و قوم تو مفلوج کیا ہی ہے، مگر ہمارے دشمنوں کو اس سے کئی گنا زیادہ مضبوط اور اپنے آپ کو مغلوب کیا ہے۔ اپنے ملکی و قومی مفاد کی قربانی تو ہم 63 برس سے دیتے آئے ہیں مگر اپنے دوہرے معیار کے نتیجے میں کٹنے والی ایف آئی آر کے عوض کیا اب ملک و قوم کی قربانی دیں گے؟؟ ذرا سوچیے ......وقت انتہائی قلیل ہے......عمل کیجئے!

ضرورت رشتہ

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم ایف اے کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: افتخار الحق 042-36855129

☆ ملتان شہر میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی ہمشیرہ، عمر 24 سال، تعلیم ایم ایس سی، بی ایڈ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا ملتان سے ہی رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0345-7224020

ذوالقرنین: ایک تاریخ ساز شخصیت

حافظ محمد مشتاق ربانی

قرآن پاک میں ایک شخصیت ذوالقرنین کا ذکر ہے یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ نبی تھے یا غیر نبی اعلیٰ و ارفع کردار کے مالک ایک سلیم الفطرت انسان تھے۔ قطع نظر اس کے کہ اس نام سے کون سی شخصیت مراد ہے اور وہ کس دور میں گزری، کیونکہ ان دونوں سوالوں کے بارے میں ابھی تک تعین کے ساتھ کچھ نہیں معلوم ہو سکا، ہم بحیثیت امت مسلمہ جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں شدت سے ایسے مرد آہن کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے جو عالم کفر کے حملوں سے ہمیں نجات دے سکے اور بیرونی جارحیت کو روکنے کا انتظام کر سکے۔ ایسا عظیم کام وہی شخصیت کر سکتی ہے جو قرآن کے مطلوب اور پسندیدہ حکمرانوں کی پیروی کرے جن میں سے ایک ذوالقرنین بھی تھے۔ آیئے دیکھیں کہ ذوالقرنین نے کن خطوط پر کام کیا اور اس کے شخصی محاسن و مناقب کیا تھے۔

ذوالقرنین کا ذکر سورۃ الکہف کے گیارہویں رکوع (آیات 83،98) میں مفصل طور پر ہوا ہے۔ ذوالقرنین ایک بادشاہ تھا، جسے ہر طرح کے وسائل حاصل تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴾ (الکہف) ''ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے۔'' وہ اپنے رب کی توفیق سے ان اسباب و وسائل کو بروئے کار لایا اور اس نے بڑی مہمات انجام دیں۔ قرآن حکیم نے ذوالقرنین کی تین مہمات کا ذکر کیا ہے، جن کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

(1) اس نے پچھم (مغرب) کی جانب ایک مہم سر کی۔ اسی مہم کے لیے وہ چلتے چلتے سورج کے ڈوبنے کی جگہ پر پہنچ گیا۔ وہاں سورج اسے ایسے دکھائی دیا جیسے وہ ایک سیاہ دلدل میں ڈوب جاتا ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین اس وقت اس علاقے پر قابض تھے۔ مفتوح قوم اُن کے مکمل کنٹرول میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا امتحان لینے کے لیے اس پر چھوڑ دیا کہ اے ذوالقرنین اس قوم سے جیسا تم برتاؤ کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ تم خواہ اُن پر ظلم کرو خواہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ ایک مؤمن اور عادل بادشاہ تھا۔ ظلم کو ہرگز پسند نہیں کر سکتا تھا، اسی لیے اس نے فرمایا: ''جو سرکشی کرے گا اسے ضرور سزا دیں گے، پھر اسے اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے اور اسے (بداعمالی کرنے والے شخص کو) سخت عذاب میں اللہ مبتلا کرے گا اور جو ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا تو اس کے بدلہ میں اس کو بھلائی ملے گی اور اسے ہم ایسی ہی باتوں کا حکم دیں گے، جن میں اس کے لیے آسانی ہوگی۔''

(2) قرآن حکیم کے مطابق ذوالقرنین کی دوسری مہم مشرق (پورب) کی جانب تھی۔ وہ چلتے چلتے جب سورج کے نکلنے کی آخری حد پر پہنچا تو اسے خانہ بدوش قبائل سے واسطہ پڑا۔ وہاں کوئی شہری آبادی نہ تھی۔ اس مقام پر پہنچ کر ذوالقرنین نے کیا کیا تھا اس کا ذکر نہیں ملتا۔

(3) تیسری مہم میں اسے ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ وہ ایسے مقام پر پہنچا جہاں ایک درہ تھا۔ اس درہ کے پاس اس کا سامنا ایک ایسی قوم سے ہوا جس کی زبان ذوالقرنین نہیں سمجھتے تھے۔ بہر حال اس قوم نے کسی طرح اپنا مدعا ذوالقرنین سے بیان کیا کہ درے کے پار یاجوج و ماجوج قوم ہمیں ستاتی ہے، لوٹ مار کرتی ہے، ہمیں ہر وقت تنگ کرتی ہے، آپ ہمیں ان سے نجات دلا دیں۔ ذوالقرنین نے اس کے سامنے اس درے کو بند کرنے کا منصوبہ پیش کیا، جس سے یاجوج و ماجوج داخل ہو کر یورش کرتے تھے۔ اس درے کو بند کرنا بہت بڑا منصوبہ تھا۔ اس کی تکمیل کے لیے ذوالقرنین نے ان پر کوئی ٹیکس عائد نہ کیا، بلکہ اس نے فرمانروا ہونے کی حیثیت سے ذمہ داری سمجھی کہ اس قوم کو غارت گری سے بچانا ہے۔ اس کے لیے اس نے ان سے صرف انفرادی قوت اور ان کی پیشہ وارانہ مہارت طلب کی۔ اس نے یاجوج و ماجوج سے بچانے کے لیے پہاڑی درے پر ایک مضبوط دیوار بنائی۔ ذوالقرنین کو اپنی ٹیکنالوجی پر بھروسا نہیں تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا تھا۔ اس نے اپنی بنائی ہوئی مضبوط دیوار کے متعلق کہا: ﴿قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ ''یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے۔'' جب تک اللہ کی مرضی ہے یہ قائم رہے گی اور جب اللہ تعالیٰ اس کو گرانا چاہے گا تو کوئی تدبیر اس کو بچا نہ سکے گی۔ ارشاد ہوا: ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ﴾ (الکہف:98) ''جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس کو (ڈھا کر) ہموار کر دے گا۔'' اس دیوار کے لیے قرآن حکیم میں ''سد'' کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اس کو اتنا مضبوط بنایا کہ تانبا پگھلا کر اس میں انڈیل دیا۔

پہلی مہم سے پتہ چلتا ہے کہ ذوالقرنین اپنی قوم کی دینی تربیت کر رہے ہیں۔ عام طور پر حکومتیں اپنے عوام کی اخلاقی اور دینی تربیت کو اپنی ذمہ داریوں میں سے نہیں سمجھتیں۔ وہ خیال کرتی ہیں سڑکیں بنانا، ڈیم بنانا وغیرہ ہی ان کی ذمہ داری ہے۔ حالانکہ مادی ضروریات کی فراہمی کے ساتھ ساتھ عوام کا اپنے رب سے تعلق قائم کروانے کا اہتمام کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، اور اسے یہ ذمہ داری ادا کرنی چاہیے۔

دوسری مہم جو مشرق (پورب) کی جانب تھی، اس کے تو کوئی خاص نتائج معلوم نہیں ہو رہے ہیں البتہ تیسری مہم سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مملکت کو بیرونی حملوں سے محفوظ بنانا حاکم کی اہم ذمہ داری ہے۔ اسی لیے ذوالقرنین نے ایک سدِّ قائم کی، تاکہ کوئی بیرونی حملہ آور نہ آ سکے۔ ان تینوں مہمات کے بارے میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب تذکیر سورۃ الکہف میں لکھتے ہیں: ''سفر کے پہلے مرحلے میں ذوالقرنین نے

ان لوگوں کے قلب اور روح کی تصحیح و تصفیہ کو اپنی حکومت کا فرض قرار دیا تھا، جن کا حق تعالیٰ نے ان کو حاکم بنا دیا تھا۔ اسی طرح سفر کے تیسرے مرحلہ میں اپنی رعایا کی ذہنی و دماغی پستیوں کے ازالہ کو اپنی حکومت کا فریضہ قرار دے کر ان میں ایسی غیر معمولی علمی و عملی صلاحیتیں پیدا کر دیں کہ آج بھی ہم جب ان کو سوچتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔ البتہ سفر کے درمیانی مرحلے میں ذوالقرنین کی رسائی جب اس مقام پر ہوئی جہاں انھوں نے آفتاب کو دیکھا کہ ﴿تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا﴾ (الکہف:90) ”طلوع ہو رہا ہے ایسی قوم پر جن کے اور آفتاب کے درمیان ہم نے کوئی اوٹ نہ رکھی تھی۔“ تو آگے صرف یہ فرماتے ہوئے کہ ﴿كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝﴾ (الکہف:91) ”یوں ہی ہے اور جو کچھ اس (ذوالقرنین) کے آگے پیش آیا تھا ہم واقفیت کے لحاظ سے اس پر حاوی تھے۔“ اس مرحلہ کا تذکرہ یہاں ختم کر دیا گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پہلے اور تیسرے مرحلہ میں جن لوگوں سے ذوالقرنین ملے تھے وہ ذوالقرنین کی امداد کے محتاج تھے۔ قلب و روح کی اصلاح کی ضرورت جن کو تھی ان کی بھی ضرورت پوری کی گئی اور دماغی و ذہنی پستی کے جو شکار تھے ان کی کمزوریوں کا علاج بھی کیا گیا لیکن درمیانی مرحلے کے ملنے والے غالباً اس قسم کے نقائص سے پاک تھے، اسی لیے ان کے متعلق ذوالقرنین کی خدمات کا تذکرہ قرآن میں نہیں کیا گیا۔“

ذوالقرنین کے اس قصہ میں ہمارے لیے راہنمائی کے بہت سے پہلو ہیں۔ خاص طور پر یہ کہ حاکم کو چاہیے کہ اپنی قوم کی دینی اصلاح کی طرف توجہ دے اور قوم کو جو بیرونی خطرات لاحق ہوں ان سے بچانے کے لیے کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار کرے۔ اگر ہم اپنی قوم کا جائزہ لیں تو ہم دینی اور اخلاقی لحاظ سے پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ مادہ پرستی فروغ پا رہی ہے۔ اسی طرح ہر روز بیرونی جارحیت ہوتی ہے۔ ڈرون حملے ہو رہے ہیں۔ لیکن حکمران ٹس سے مس نہیں ہو رہے ہیں، بلکہ یہ سارے غلط کام ان کی مرضی اور اجازت سے ہو رہے ہیں اور بعض غلط کاموں میں وہ خود صاف شریک بھی ہوتے نظر آتے ہیں، چہ جائیکہ وہ ذوالقرنین کے طرز حکمرانی سے کوئی سبق سیکھیں۔

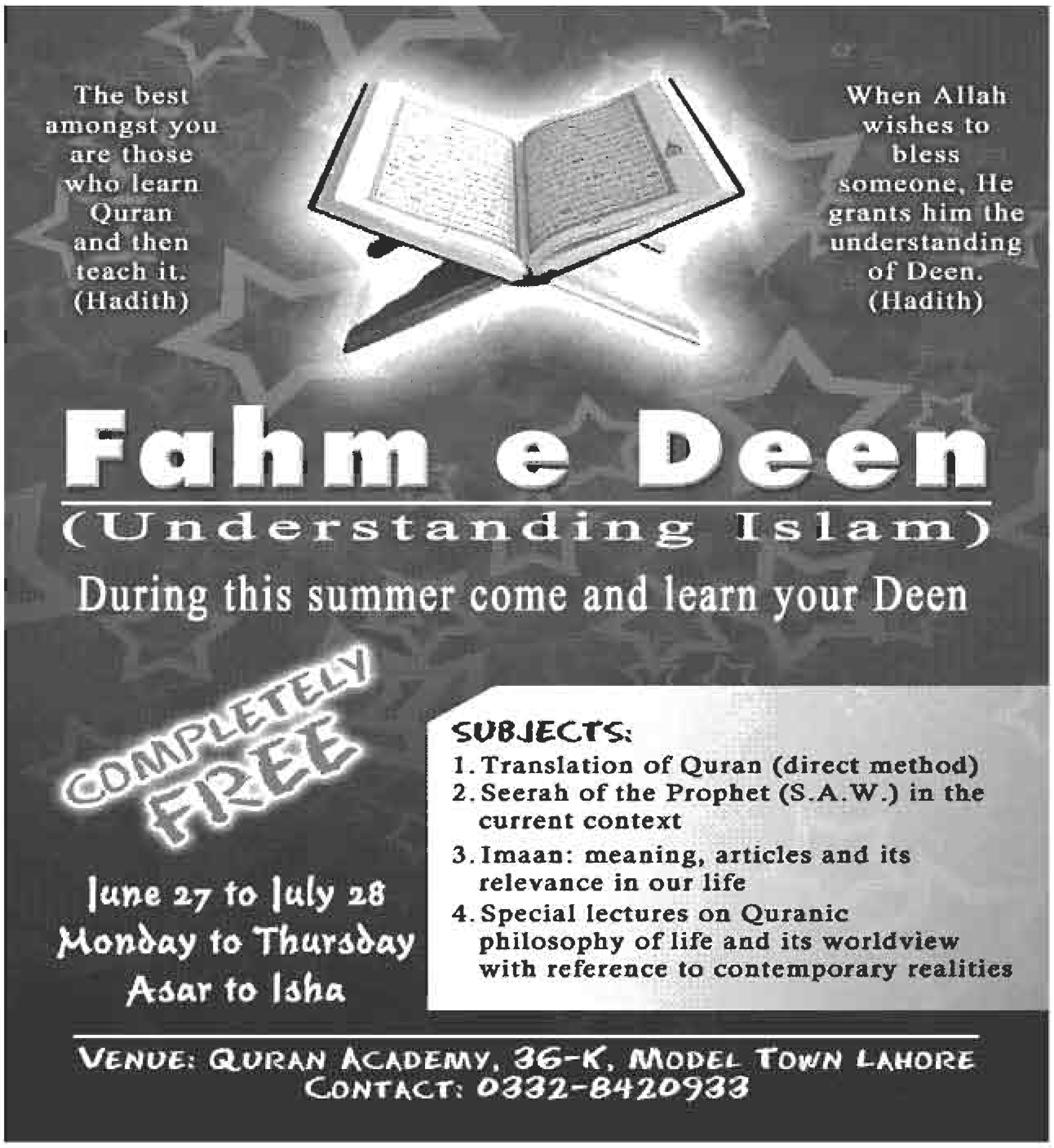

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان — غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

شعبان (جولائی) کا شمارہ شائع ہوگیا ہے

اہم مضامین

افواجِ پاکستان کی بے توقیری کیوں؟	ایوب بیگ مرزا
”شہرِ عظیم“ اور ”رفیقِ تنظیم“	اویس پاشا قرنی
سقوطِ خلافت اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داری	ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: فضائل و آداب	حافظ محمد زاہد
کتاب اللہ۔ معجز نما کلام	عتیق الرحمٰن صدیقی
غلام احمد پرویز	حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا ”بیان القرآن“ تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے
تازہ شمارے میں سورۃ الاعراف کا آغاز ہوگیا ہے۔

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

انقلاب نبویؐ کا اساسی منہاج: چند وضاحتیں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فکر انگیز خطاب

☆ میں نے اپنی کتاب منہج انقلاب نبویؐ میں جو اِس موضوع پر مفصل کتاب ہے، سیرت کی روشنی میں انقلاب کے سات(1+6) مراحل بیان کیے ہیں۔ اسی طرح اپنے ایک دوسرے کتابچہ ''رسولِ انقلابؐ کا طریق انقلاب'' میں میں نے اسلامی اصطلاحات سے ہٹ کر بتایا ہے کہ انقلابی عمل (revolutionary process) کے سات(1+6) ہیں۔ لیکن اپنے ان خطبات میں میں نے مراحل انقلاب کو مختصر کر کے تین (یعنی 1+2) مراحل کی صورت میں بیان کیا ہے۔ دو مراحل تو انقلاب برپا کرنے کے ہیں اور تیسرا مرحلہ تصدیرِ انقلاب کا ہے۔ ظاہر ہے، انقلاب ایک خطے میں محدود نہیں رہتا۔ انقلاب اگر صحیح معنوں میں انقلاب ہو تو وہ ضرور پھیلتا ہے۔ فرانس کا انقلاب پہلے پہل فرانس میں آیا، مگر پھر دنیا بھر میں پھیل گیا۔ بالشویک انقلاب روس میں آیا، لیکن پھر لاطینی امریکہ تک پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کا انقلاب پہلے عرب میں آیا۔ پھر کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اس وقت کی آباد دنیا کا تقریباً آدھا حصہ اس انقلاب کے زیرنگیں آ گیا۔

☆ جماعت سازی کے لوازم کے ضمن میں میں نے پانچ لوازم بتائے تھے۔ ان میں ایک اور کا اضافہ کر لیجیے۔ ایک اسلامی جماعت کے لیے ان پانچ باتوں کے علاوہ چھٹی بات بھی درکار ہے اور وہ افراد کا تزکیہ نفس اور روحانی ترقی ہے۔ اس کے بغیر بھی ایک اسلامی جماعت انقلابی جماعت نہیں بنے گی۔ تزکیہِ نفس کا مطلب کیا ہے؟ اپنے نفس کو پاک کرنا۔ لہٰذا انقلابی کارکنوں کا مقصود صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح ہو، محض انقلاب برپا کر دینا نہ ہو۔ اُن کے ذہنوں میں یہ بات بالکل واضح ہو کہ اسلامی انقلاب کے لیے جدوجہد کرنا میرا فریضہ ہے۔ میں مسئول اور ذمہ دار ہوں۔ اس بارے میں اللہ کے ہاں مجھ سے سوال ہوگا۔ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تم نے باطل نظام کے ساتھ سازگاری کیوں اختیار کیے رکھی؟ اس نظام کے تحت کیوں پھل پھول رہے تھے؟ تم حزب اللہ میں شامل کیوں نہیں ہوئے، حزب الشیطان کا حصہ کیوں بنے رہے؟ وہ بات جو کبھی امریکی صدر بش یا پاول نے کہی تھی: You are with us or against us? صرف اللہ کو کہنے کا حق ہے۔ یعنی You are with me or with shatan? (یعنی تم یا تو حزب اللہ میں ہو یا پھر حزب الشیطان میں ہو۔) اگر فی الواقع میرے ساتھ ہو، حزب اللہ میں ہو تو پھر تمہیں نظام شیطانی سے بغاوت کرنا ہوگی۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم حزب الشیطان کا حصہ ہو۔ بغاوت کا ایک ادنیٰ مظہر یہ ہوگا کہ غیر اسلامی نظام سے تمہیں نفرت ہو، اُس سے کسی قسم کا تعاون نہ ہو، اُسے پرموٹ نہ کرو۔ اس نظام کے تحت پھلنے پھولنے کی کوشش نہ کرو۔ اس سے اگلا مرحلہ یہ ہوگا کہ زبان سے کہو کہ یہ نظام غلط ہے۔ اور اس سے اگلا مرحلہ یہ ہے کہ جب طاقت حاصل ہو جائے تو بزورِ قوت اس نظام کا قلع قمع اور خاتمہ کرو۔ یہی بات ایک حدیث میں آئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((مَنْ رَّاٰی مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) (رواہ مسلم)

''تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اُسے چاہیے کہ اُسے ہاتھ سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر زبان سے روکے۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے روکے (یعنی بُرا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

اب آئیے، پچھلے خطبہ کی طرف۔ اُس میں خاصے خلا رہ گئے تھے۔

☆ میں نے انقلاب نبوی کے اساسی منہاج کے ضمن میں بتایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے افراد کی تیاری کے لیے تلاوت قرآن، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کو ذریعہ بنایا۔ ان اصطلاحات کا ذکر قرآن حکیم میں چار مرتبہ آیا ہے۔

1۔ چنانچہ سب سے پہلے سورۃ البقرہ کے پندرہویں رکوع کے آخر میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا میں یہ الفاظ وارد ہوئے:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٢٩﴾﴾

''اے رب ہمارے ہم دونوں کو بھی اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی اُمت برپا کیجیے جو تیری فرمانبردار ہو۔ اور ہمیں تعلیم فرما ہماری عبادت کے طور طریقے۔ اور قبول فرما ہماری توبہ۔ یقیناً تو توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور اے رب ہمارے تو مبعوث فرمائیو ان میں ان ہی میں سے ایک رسول، جو اُن کو سنائے تیری آیتیں اور انہیں تعلیم دے کتاب اور حکمت کی اور تزکیہ کرے اُن کا۔ بے شک تو ہی ہے سب پر غالب اور کامل حکمت والا۔''

2۔ پھر تین ہی رکوعوں کے بعد، اٹھارہویں رکوع کے آخر میں یہ واضح کرتے ہوئے کہ آنحضور ﷺ کی بعثت دراصل اسی دعائے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا ظہور ہے، ان ہی چار اصطلاحات کو دہرایا گیا:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾﴾ (البقرہ)

''چنانچہ بھیج دیا ہے ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے، جو سناتا ہے تمہیں ہماری آیات اور تزکیہ کرتا ہے تمہارا اور تعلیم دیتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت کی اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔''

3۔ اگلی سورت یعنی سورۂ آل عمران میں یہ مضمون مزید شان اور آن بان کے ساتھ وارد ہوتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (سورۂ آل عمران)

''اللہ نے احسانِ عظیم فرمایا ہے اہل ایمان پر کہ اُٹھایا ان میں ایک رسول ان ہی میں کا، جو سناتا ہے اُنہیں اُس کی آیات اور تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب اور حکمت کی۔ اور یقیناً وہ تھے اس سے قبل کھلی گمراہی میں!''

4۔ آخری بار یہ مضمون اٹھائیسویں پارے میں سورۃ الجمعہ میں آتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾

''وہی ہے (اللہ) جس نے اُٹھایا اُمّیوں میں ایک رسول ان ہی میں سے جو سناتا ہے انہیں اس کی آیات اور تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب اور حکمت کی۔ یقیناً وہ تھے اس سے قبل کھلی گمراہی میں!''

یہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ اول الذکر دو مقامات پر جہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دُعا کے حوالے سے آپؐ کے اساسی منہاج کا ذکر ہے، وہاں اِس ضمن میں آنے والی چار اصطلاحات میں سب سے آخر میں تزکیہ کا ذکر آیا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں خود ان چار اصطلاحات کا ذکر فرمایا ہے، اُس میں آخر الذکر شے حکمت بیان ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا معاذ اللہ پہلی ترتیب جو انبیاء کی ہے نادرست ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ ہم یہ کہیں گے کہ جو ترتیب اللہ کی طرف سے آئی ہے وہ اہم تر ضرور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوی تعلیم وتربیت کا نقطۂ عروج تعلیم حکمت ہے۔ بعثت نبوی سے پہلے زمانوں میں جب انسان فکری اور ذہنی اعتبار سے اپنے بچپنے کے دور سے گزر رہا تھا، حکمت کا اہل نہیں تھا۔ تب بلند ترین شے تزکیہ یعنی انسان کو پاک کر دینا تھا لیکن اب یہ حکمت ہے۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے خانقاہی نظام میں سارا زور تزکیہ ہی پر رہ گیا۔ افراد کو مانجھے جاؤ، رگڑے جاؤ۔ پھر جن کا تزکیہ ہوا ہے ان کو بھی اسی کام میں لگا دو کہ اور لوگوں کو مانجھیں رگڑیں، مگر اس بات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی کہ جن کو مانجھا اور رگڑا گیا ہے، ان کو کسی انقلابی عمل میں شریک کرنا ہے۔ یقیناً حضور ﷺ نے تزکیہ کیا، مگر تزکیہ کے بعد پھر افراد کو باطل کے ساتھ ٹکرا دیا۔ دوسرے یہ کہ تعلیم کتاب سے مراد قانون، شریعت کی تعلیم وتنفیذ ہے، مگر اس سے پہلے ضروری ہے کہ افراد کا تزکیہ ہو۔ اگر تزکیہ نہیں ہوا یعنی آپ کے ارادے اُمنگیں، نیتیں خالص نہیں ہیں، تو آپ کو جو علم حاصل ہوگا وہ آپ کو غلط رُخ پر لے جائے گا۔ آپ اُس کے ذریعے علم اور روحانیت کی دوکانداری کریں گے ؎

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

(اگر علم کو تن پر ڈال دو گے تو یہ تمہارا سانپ ہے جو تمہیں ڈسے گا۔ اور اگر اسے دل پر ڈالو گے تو یہ تمہارا دوست ہے۔)

یہ علمائے سوء کیوں پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا تزکیہ نہیں ہوا ہوتا۔ وہ علم کا بہت بڑا خزانہ تو جمع کر لیتے ہیں، لیکن چونکہ نیتوں میں فطور ہوتا ہے، لہٰذا فتویٰ فروشی کرتے ہیں، دینی دوکانداری چمکاتے ہیں۔ یہ بات اتنی یقینی ہے کہ تبع تابعین کے دور میں حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ جو مجاہد، عالم اور محدث تھے، فرماتے تھے:

وما افسد الدین الا الملوك واحبار سوء و رهبانها

(دین میں جتنا فساد اور فتنہ اُٹھا ہے، وہ یا بادشاہوں نے اُٹھایا یا پھر علمائے سوء اور صوفیا نے۔)

اس لیے تو اقبال نے کہا تھا ؎

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کشتۂ ملائی و سلطانی و پیری

اب آیئے، آپؐ کے اساسی منہج کے حوالے سے جو چار اصطلاحات آئی ہیں، اُن میں سے تلاوت آیات پر کچھ مزید بات ہو جائے۔

☆ ''تلاوت آیات'' کا ایک مقصد تو میں نے بیان کر دیا تھا کہ قرآن ایک مقناطیس ہے جو سلیم الفطرت لوگوں کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ جس شخص کے اندر روح مر نہ گئی ہو، جس کے دل پر حجابات اتنے مضبوط نہ ہو گئے ہوں کہ ایمان کی روشنی اندر داخل ہی نہ ہو سکے، جس کی روح ابھی زندہ ہو، اگرچہ ضعیف، کمزور اور نحیف ہو، قرآن اس کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ اس لیے کہ بالکل اُسی طرح جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ روح اور قرآن دونوں ایک جگہ سے آئے ہیں۔ روح بھی اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ یہ زمین کی شے نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارا جسد خاکی زمین کی شے ہے اور قرآن بھی اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ لہٰذا جب قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو روح اِس کی جانب کھنچتی ہے۔ از کجا می آید آواز دوست (یہ میرے دوست کی آواز کہاں سے آئی؟

تلاوت آیات کا دوسرا مقصد جو بیان ہونے سے رہ گیا تھا، یہ ہے کہ قرآن ہی لوگوں کے اندر یقین والا ایمان پیدا کرتا ہے۔ اس کے لیے نہایت اہم لفظ خود ''آیت'' ہے۔ آیت کے معنی نشانی کے ہیں۔ بہت سادہ سی مثال ہے۔ آپ کے ایک دوست نے کسی وقت آپ کو بہت قیمتی قلم دیا تھا۔ آپ نے اسے استعمال نہیں کیا، اور ٹرنک میں رکھ دیا تاکہ تادیر خراب نہ ہو۔ سالہا سال بیت گئے، آپ کو نہ دوست یاد آیا اور نہ قلم یاد آیا۔ کبھی یہ خیال ہی نہیں رہا۔ پھر اچانک ایک دن آپ نے وہ ٹرنک کھولا تو آپ کی نظر قلم پر پڑی۔ نظر پڑتے ہی آپ کو دوست یاد آ جائے گا۔ اس میں کسی عقل وشعور کی ضرورت ہے۔ اسی کا نام تذکر ہے۔ آیات قرآنی یاددہانی کراتی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں ''ذکر'' کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ قرآن خود کو ''الذکر'' قرار دیتا ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ ''بے شک ہم ہی نے ''الذکر'' نازل کیا۔'' پھر قرآن میں ذکریٰ، تذکرہ اور تذکیر کے الفاظ بھی کئی مرتبہ آئے ہیں۔ پس آیات اللہ کی یاد تازہ کرتی ہیں، اُس کے وجود کی گواہی دیتی ہیں۔ ازروئے قرآن آیات تین قسم کی ہیں۔ آیات آفاقی، آیات انفسی اور آیات قرآنی۔ آیات آفاقی وہ ہیں جو کائنات میں بکھری ہوئی ہیں۔ اہل عقل ان پر غور کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝﴾

''اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے

سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔"

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (حم السجدہ:53)

"ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے۔"

اِس آیت مبارکہ میں علمِ انسانی کے دائرہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور جدید اکتشافات وانکشافات کی طرف اشارہ ہے۔ یہ آیاتِ آفاقی ہیں۔ فرانسیسی سرجن ڈاکٹر مورس بوکائے نے قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا کہ میرا دل اس بات پر مطمئن ہو گیا ہے کہ اس قرآن میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے سائنس نے غلط ثابت کیا ہو۔ البتہ اُس دَور میں جبکہ انسان کا اپنا ذہنی ظرف وسیع نہیں ہوا تھا' علوم انسانی اور معلوماتِ انسانی کا دائرہ محدود تھا' اس وقت سائنسی اشارات کی حامل آیاتِ قرآنیہ کا کیا مفہوم سمجھا گیا' یہ بات اور ہے۔ کلام اللہ ہونے کے اعتبار سے اصل اہمیت تو قرآن کے الفاظ کو حاصل ہے۔ ڈاکٹر مورس بوکائے نے قرآن کا تورات کے ساتھ تقابل کیا۔ تورات میں یہ مباحث موجود ہیں کہ کائنات کیسے پیدا ہوئی' اللہ نے اسے کیسے بنایا۔ مختلف سائنسی phenomena قرآن میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر مورس بوکائے نے اس اعتبار سے محسوس کیا کہ تورات میں کئی ایسی چیزیں ہیں جو غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر مورس بوکائے کے علاوہ میں ڈاکٹر کیتھ ایل مور قرآن حکیم میں علم جنین سے متعلق اشارات پا کر بے حد حیران ہوا کہ یہ معلومات چودہ سو برس پہلے کہاں سے آ گئیں! فزیکل سائنسز میں جیسے جیسے انسان ترقی کرتا جائے گا، یہ بات مزید مبرہن ہوتی چلی جائے گی کہ یہ کلام حق ہے۔ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

بہر حال آیات تین طرح کی ہیں۔ آیات آفاقی، آیات انفسی اور آیات قرآنی۔ یہ تینوں مل کر کام کرتی ہیں۔ ان میں آیات قرآنیہ کا کام "catalytic agent" کا ہے۔ آپ نے کیمسٹری میں پڑھا ہوگا۔ دو سالٹ اگر باہم مل کر تعامل نہیں کرتے تو کوئی تیسری چیز آ کر اُن میں تعامل کرا دے گی۔ یہ تیسری چیز کیٹیلیٹک ایجنٹ کہلاتی ہے۔ قرآن کی آیات کیٹیلیٹک ایجنٹس ہیں، جو آیات آفاقی اور آیات انفسی کو لے کر انسان کے دل میں خوابیدہ ایمان کو ابھار کر اوپری سطح پر لے آتی ہیں۔ یہ ہے ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ﴾ سورۃ النور میں فرمایا گیا: ﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ یعنی' اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" نور دو طرح کے ہیں۔ ایک نورِ فطرت ہے جو انسان کے دل میں ہوتا ہے، اور دوسرا نورِ قرآن ہے۔ نورِ فطرت اور نورِ قرآن مل کر نورِ ایمان بنتے ہیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "مسجد جامع القرآن، چوک شہیداں، ہیڈ سلیمانکی روڈ، حویلی لکھا" میں

مبتدی تربیتی کورس

3 تا 9 / جولائی 2011ء
(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: ناصر بھٹی صاحب 0321-8818244

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042)36316638-36366638
0333-4311226

خلافت فورم

امریکہ اور طالبان کے مذاکرات کی خبریں گرم ہیں۔ ان خبروں میں کس حد تک سچائی ہے؟
امریکہ اور طالبان مذاکرات کس بنیاد پر ہوں گے؟
جنگوں کے اختتام پر فاتح اور مفتوح کے درمیان مذاکرات ہوتے ہیں اور فاتح شرائط منواتا ہے۔ یہاں جنگ کے نتائج ظاہر نہیں ہوئے۔ پھر معاملات کیسے طے ہوں گے؟
آپ Post America Afghanistan کو کیسا دیکھتا ہیں؟
اگر افغانستان میں طالبانِ برسرِ اقتدار آ گئے تو کیا پاکستان میں اسلامی قوتوں کو تقویت ملے گی؟
پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے عسکری جدوجہد درکار ہے یا ترک ماڈل یعنی Creeping Islam بہتر ہے یا کوئی تیسرا راستہ بھی موجود ہے؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھئے

تجزیہ کار: ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت) میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

اوباما کا افغانستان سے انخلاء

اور طالبان سے مذاکرات کی امریکی پالیسی کا اعلان
کیا ہمارے حکمرانوں کو قومی مفاد عزیز نہیں؟

امریکی صدر باراک حسین اوباما نے آئندہ ماہ جولائی سے افغانستان میں تعینات ایک لاکھ امریکی افواج کی مرحلہ وار واپسی کے شیڈول کا اعلان کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اس سال جولائی سے دسمبر تک دس ہزار امریکی فوجی افغانستان سے ملک واپس آجائیں گے جبکہ آئندہ سال 2012ء میں مزید 23 ہزار امریکی فوجیوں کو واپس بلوالیا جائے گا اور باقی ماندہ 66 ہزار امریکی فوجیوں کی 2014ء تک واپسی ہو جائے گی۔ گزشتہ روز وائٹ ہاؤس سے براہ راست اپنے نشری خطاب میں انہوں نے کہا کہ 2014ء تک سلامتی کی تمام ذمہ داری افغان حکومت کو منتقل کر دی جائے گی۔ ان کے بقول افغانستان میں ایک سیاسی حل کی ضرورت ہے جس کے لیے طالبان سے مذاکرات پر پیش رفت کی توقع ہے۔ انہوں نے باور کرایا کہ پاکستانی سرزمین پر شدت پسندوں کی محفوظ پناہ گاہیں قابل برداشت نہیں' پاکستانی حکومت شدت پسندی کے خاتمہ کے بارے میں اپنے عزم کی پاسداری کرے۔ ہم اس کے ساتھ تعاون جاری رکھیں گے' انہوں نے واضح کیا کہ طالبان اور دوسرے شدت پسند گروپوں کے ساتھ مذاکرات اور مصالحت کی کوششوں میں ہم شامل ضرور ہوں گے مگر مذاکرات افغان حکومت ہی کرے گی اور شدت پسندوں کے جو گروپ ان مذاکرات کا حصہ بننا چاہتے ہیں' وہ القاعدہ سے اپنے روابط ختم کر دیں۔

افغانستان میں تعینات نیٹو فورسز کی 2014ء تک مکمل واپسی کا شیڈول لزبن میں منعقدہ نیٹو سربراہی کانفرنس میں طے کیا گیا تھا' جس کے تحت آئندہ ماہ جولائی سے ہی نیٹو فورسز کے افغانستان سے انخلاء کا عمل شروع ہونا ہے۔ چونکہ نیٹو فورسز میں غالب حصہ امریکی فوجیوں کا ہے اور 2001ء کے خودساختہ امریکی نائن الیون کے بعد امریکہ نے ہی اس خطہ میں نیٹو فورسز کے ذریعے اپنے مفادات کی جنگ شروع کی جس میں دس سال تک کسی قسم کی پیش رفت نہ ہونے کے باعث امریکہ اقوام عالم اور اپنے عوام کے سخت دباؤ کے باعث افغانستان سے اپنی فوجوں کے انخلاء کا سوچنے پر مجبور ہوا' اس لئے اب بھی امریکہ کی یہی کوشش اور حکمت عملی ہوگی کہ افغانستان سے واپسی کے عمل کے دوران اور مکمل انخلاء کے بعد بھی افغانستان کی حکومت و مملکت کے معاملات پر اسی کا کنٹرول رہے اس لئے اوباما کے اعلان کے باوجود یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اعلان کردہ شیڈول کے مطابق افغانستان سے امریکہ اور دوسرے نیٹو ممالک کی افواج کا انخلاء مکمل ہو جائے گا کیونکہ نیٹو کی لزبن سربراہی کانفرنس کے بعد بھی اب تک اعلیٰ امریکی حکام بشمول صدر اوباما کی جانب سے یہی عندیہ دیا جاتا رہا ہے کہ 2014ء کے بعد بھی امریکی افواج افغانستان میں موجود رہیں گی۔

افغانستان میں اس وقت عملاً ایک لاکھ 30 ہزار امریکی فوجی تعینات ہیں جن میں سے 30 ہزار فوجی آنجہانی رچرڈ ہالبروک کی زیر نگرانی طے کی گئی نئی پاکستان افغانستان (افپاک) پالیسی کے تحت چند ماہ قبل ہی افغانستان بھجوائے گئے جبکہ ایک لاکھ امریکی فوجی پہلے ہی اس دھرتی پر مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کی مذموم کارروائیوں میں شریک تھے۔ چنانچہ اوباما کے اعلان کی روشنی میں اس سال دس ہزار امریکی فوجیوں کی واپسی محض لیپا پوتی اور دکھاوے کا عمل نظر آتا ہے اور امریکی افواج کی واپسی کا عمل اسی رفتار سے شروع کیا جائے گا تو شاید آئندہ دس سال تک بھی افغانستان سے امریکی فوجیوں کی مکمل واپسی ممکن نہ ہو پائے۔ چنانچہ غالب امکان یہی ہے کہ اوباما نے آئندہ سال 2012ء میں ہونے والے امریکی صدارتی انتخابات میں دوبارہ اپنی جگہ بنانے کے لیے امریکی عوام اور دنیا کو یہ لالی پاپ دیا ہے جبکہ انہوں نے یہ اعلان بھی یقیناً اسی تناظر میں کیا ہے کہ افغانستان کے لیے آئندہ کی حکمت عملی مئی 2012ء کو شکاگو میں منعقد ہونیوالی نیٹو سربراہی کانفرنس میں طے کی جائے گی' اس لئے افغانستان سے امریکی فوجیوں کے مرحلہ وار انخلاء کا اعلان کسی بڑے مقصد کے حصول کی ریہرسل نظر آتا ہے جس کا عندیہ اس سے بھی ملتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنی نشری تقریر میں پاکستان کے بارے میں انتہائی سخت لب و لہجہ اختیار کیا اور تحکمانہ لہجے میں تقاضا کیا کہ پاکستان شدت پسندوں کے خاتمہ کے بارے میں اپنے عزم کی پاسداری کرے بلکہ اپنی تقریر سے قبل انہوں نے پاکستان کے صدر آصف علی زرداری سے ٹیلی فونک رابطہ بھی کیا اور افغانستان سے امریکی افواج کے انخلاء کے بارے میں امریکی حکمت عملی سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں یہ بھی واضح الفاظ میں باور کرایا کہ امریکہ شدت پسندوں کے لیے محفوظ پناہ گاہوں کو کسی صورت برداشت نہیں کرے گا چنانچہ پاکستان میں موجود شدت پسندوں کی محفوظ پناہ گاہوں کے خلاف آپریشن بھی دہشت گردی کیخلاف ہماری جنگ کا حصہ ہے۔ اس کے جواب میں صدر زرداری نے بھی انہیں یقین دلایا کہ یہ جنگ ہماری اپنی ہے جو دہشت گردی کے خاتمہ تک جاری رہے گی۔

بے شک صدر اوباما نے اس جنگ میں پاکستان کے اب تک کے کردار کی ستائش کی' اس کے باوجود ان کے عزائم پاکستان کو مسلسل دباؤ میں رکھنے والے ہی نظر آتے ہیں۔ یہ طرفہ تماشا ہے کہ امریکہ خود تو افغانستان سے اپنی فوجوں کی محفوظ واپسی کے لیے طالبان سمیت تمام شدت پسند گروپوں سے مذاکرات کا عمل شروع کر چکا ہے اور صدر اوباما کے خطاب سے ایک روز قبل امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس اس کی تصدیق بھی کر چکے ہیں کہ امریکہ افغانستان میں موجود طالبان کے ارکان سے بات چیت کر رہا ہے مگر وہ پاکستان کو دہشت گردی کے خاتمہ کے نام پر طالبان کے ساتھ برسرپیکار ہی رکھوانا چاہتا ہے۔ اگر پاکستان طالبان کے ساتھ امریکی مذاکرات کے نتیجہ میں امریکی افواج کے افغانستان سے پرامن انخلاء کا عمل شروع ہونے کے دوران بھی اور انخلاء مکمل ہونے کے بعد بھی امریکی ایجنڈے کے تحت شدت پسندوں کے خلاف اپریشن جاری رکھتا ہے' جس کا صدر زرداری امریکی صدر اوباما کو یقین بھی دلا چکے ہیں' تو اس کے نتیجہ میں ہمارے ملک میں بدامنی اور دہشت گردی اور خودکش حملوں کی وارداتوں

میں مزید اضافہ ہو جائے گا کیونکہ امریکہ کے جانے کے بعد طالبان امریکہ کا انتقام بھی ہم سے لیں گے اور اگر کل کو افغانستان میں طالبان کے پھر اقتدار میں آنے کی راہ ہموار ہوتی ہے تو ہمارے ساتھ طالبان حکومت کا رویہ شاید کرزئی حکومت سے بھی بدتر ہوگا' اس لئے امریکی مفادات کی یہ جنگ جسے صدر زرداری پاکستان کی اپنی جنگ قرار دے کر اسے جاری رکھنے کے عزم کے اظہار کر رہے ہیں۔ درحقیقت ہماری مکمل تباہی و بربادی کی جنگ ہے۔ امریکی صدر تو افغان جنگ میں اپنے پندرہ سو فوجیوں کی ہلاکتیں بھی برداشت نہیں کر پا رہے اور مزید ہلاکتوں سے بچنے کے لیے طالبان سے مذاکرات کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں مگر ہمارے حکمرانوں کے دل اس جنگ میں ہماری سیکورٹی فورسز کے پانچ ہزار ارکان سمیت کم وبیش 40 ہزار شہریوں کا خون ناحق بہنے اور ملک کی معیشت برباد ہونے پر بھی نہیں پسیج رہے اور وہ امریکی خوشنودی کی خاطر اس جنگ کو جاری رکھنے کے عزم کا اظہار بھی کئے جا رہے ہیں اور صدر اوباما کو اس کا یقین بھی دلا رہے ہیں۔ چنانچہ آخری دہشت گرد کے مارے جانے کے انتظار میں ہمارے حکمران شاید پورے ملک کو قبرستان میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں' پھر کیا وہ قبرستان پر مجاور بن کر حکمرانی کریں گے؟

اس تناظر میں ہمارے قومی مفادات کا یہی تقاضا ہے کہ امریکی نیٹو افواج سے افغان سرزمین کو جلد از جلد خلاصی دلانے کی حکمت عملی طے کی جائے اور امریکہ پر واضح کیا جائے کہ اس خطہ میں اس کی موجودگی تک علاقائی' عالمی اور خود امریکہ کے امن کی بھی ضمانت نہیں دی جا سکتی اس لئے وہ جتنی جلد ممکن ہے' اپنا بوریا بستر سمیٹ کر یہاں سے واپس چلا جائے اور ہمیں ڈکٹیشن دینے والی پالیسی ترک کر دے۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکہ کو ڈرون حملے بند کرنے پر بھی مجبور کیا جائے' بصورت دیگر پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد پر عملدرآمد کرتے ہوئے ڈرون گرانے اور نیٹو کی سپلائی بند کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ یہ عوام کا مزید خون ناحق بہنے سے روکنے کے علاوہ ملک کی سلامتی کا بھی سوال ہے' جس پر کسی قسم کی مفاہمت کا ملک متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمارے حکمران پرائی جنگ کو اپنی جنگ قرار دینے کی سوچ سے اب رجوع کر لیں' ورنہ امریکہ تو اس کی آڑ میں ہمیں تہس نہس کرنے کی پوری منصوبہ بندی کئے بیٹھا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

بقیہ: جمہوری قومی اقتدار نہیں' اسلامی انقلاب

اسلامی انقلاب کے نتیجے میں کسی ایک خطہ زمین میں جب اللہ کا دین غالب ہو جائے تو یہاں کے رہنے والوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پڑوسی ممالک کو اسلام کی دعوت دیں۔ یہ گویا اسلامی انقلاب کا ساتواں مرحلہ ہے جس میں ساری دنیا کے انسانوں کو توحید کی دعوت دی جائے گی اور نبوت محمدی ﷺ سے متعارف کروایا جائے گا۔ سارے انسانوں پر واضح کیا جائے گا کہ ان کی دنیوی واخروی کامیابی کا انحصار اللہ کی وحدانیت پر ایمان اور نبوت و رسالت محمدی ﷺ پر تمام تر جزئیات کے ساتھ ایمان لانے پر ہے۔ کچھ سلیم الفطرت انسان تو اسلام کی فطری دعوت کے ذریعے مسخر ہو جائیں گے۔ اور جو مزاحمت کریں گے وہ بالآخر شکست کھائیں گے۔ ساتویں مرحلے کے لئے حضرت مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام حتمی کردار ادا کریں گے۔ ہم نے تو اسلامی انقلاب کے جملہ مراحل کے حوالے سے اپنا اپنا حصہ ڈالنا ہے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

28 رجب 1342ھ کو ترکِ نادان نے خلافت کی قبا چاک کر دی جس سے مسلمانوں کی مرکزیت ختم کرنے کا صیہونی منصوبہ کامیاب ہو گیا۔

تحریک خلافت پاکستان

90 سال بعد اِسی تاریخ یعنی 28 رجب 1432ھ
بمطابق 30 جون 2011ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب
قرآن آڈیٹوریم 191 اتاترک بلاک، گارڈن ٹاؤن، لاہور میں

ایک سیمینار منعقد کر رہی ہے

جس میں جید علما اور دانشور حضرات تاریخ اسلام کے اس عظیم ترین سانحہ کا پس منظر اور احیائے خلافت کی ضرورت واہمیت اور طریقہ کار کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔ اہل ایمان سے جوق در جوق شرکت کی درخواست ہے۔ آیئے عالم اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو کچلنے اور باطل نظام کے غلبہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنے اسلاف کے بنائے ہوئے نظام یعنی نظام خلافت کے احیاء کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

برائے رابطہ:
عبدالرزاق، سیکرٹری تحریک خلافت، فون: 0344-4294304
مرزا ایوب بیگ، ناظم نشرواشاعت تحریک خلافت، فون: 0321-4893436

تحریک خلافت پاکستان
67 اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

تنظیم اسلامی بہاولپور کے زیر اہتمام ایک روزہ فہم دین پروگرام

تنظیم اسلامی بہاولپور کے زیر اہتمام ایک روزہ فہم دین پروگرام 15 مئی 2011ء کو مسجد صدیق اکبر میجر کالونی بہاولپور میں ہوا۔ اس پروگرام میں 25 افراد نے شرکت کی، جن میں پروفیسر، وکلاء، اساتذہ اور کاروباری حضرات شامل تھے۔ اس پروگرام میں دو موضوعات پر لیکچر ہوئے۔ دین کا ہمہ گیر تصور، فرائض دینی کا جامع تصور اور اسلامی انقلاب۔ یہ لیکچر انجینئر عطاء اللہ خان نے دیئے۔ مقرر نے قرآن و سنت کی روشنی میں دین اور اُس کے اساسی فرائض کی وضاحت کی۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ انجینئر صاحب نے شرکاء کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب: محمد ارسلان خان)

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی 'حلقہ پنجاب شمالی' کے زیر اہتمام حلقہ کا ایک روزہ اجتماع 15 مئی 2011ء کو جامع مسجد قباء ماڈل ٹاؤن ہمک اسلام آباد میں منعقد ہوا، جس میں تقریباً 325 رفقاء نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز عادل یامین کے بیان سے ہوا۔ انہوں نے اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کے مطلوبہ اوصاف بیان کیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں سب سے پہلے خود اللہ کا بندہ بننا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینی ہے اور پھر منظم انداز میں اقامت دین کی جدوجہد کرنی ہے۔ نوید احمد عباسی نے ''قرار داد تاسیس'' کا مطالعہ کرایا۔ انہوں نے کہا کہ دین کا اصل مخاطب فرد ہے اور اجتماعیت بھی اصلاً اس لیے مطلوب ہے کہ اس کے ذریعے افراد کی اصلاح کی جائے اور انہیں اس دنیاوی زندگی میں شہادت علی الناس کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے تیار کیا جائے، تاکہ ان پر اپنا نصب العین یعنی رضائے الٰہی اور نجات اخروی واضح ہو سکے۔ انہوں نے مطالعے کے دوران میں رفقاء سے سوالات بھی کیے، جن کے جوابات اکثر رفقاء نے بڑے احسن انداز میں دیئے۔

اس کے بعد 20 منٹ کے لیے چائے کا وقفہ تھا۔ چائے کے وقفے کے بعد ثاقب الطاف نے ''غیبت اور نجویٰ'' کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ انہوں نے کہا کہ غیبت کرنا اور سننا دونوں ناجائز ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ جماعتی زندگی کے لیے نجویٰ زہر قاتل ہے، جس سے ہمیں بہر صورت بچنا ہوگا۔ اس اجتماع میں مرکزی ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر نے خصوصی شرکت کی۔ انہوں نے سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات کی روشنی میں ''دین کے تقاضے اور اس کے لیے زور دار دعوت'' کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ ان کے خطاب نے رفقاء کی ایمانی کیفیت میں اضافے کے لیے مہمیز کا کام دیا۔ اس کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا، جس کو امیر حلقہ پنجاب شمالی جناب راجہ محمد اصغر نے کنڈکٹ کیا۔ ورکشاپ میں رفقاء کے 16 گروپ بنائے گئے اور انہیں سورۃ النور اور سورۃ التوبہ کے منتخب مضامین کا لٹریچر پڑھوایا گیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کا سیشن ہوا، جس میں تمام رفقاء نے حصہ لیا۔ اس موقع پر رفقاء کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ ورکشاپ کا سیشن تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا۔ اس کے بعد نائب ناظم اعلیٰ شمالی زون خالد محمود عباسی نے ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کے حوالے سے ایمان افروز گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ تمدنی تبدیلی آنے کی وجہ سے انقلاب کے آخری مرحلے میں سیرت سے رہنمائی لیتے ہوئے ہمیں کس طرح جدوجہد کرنی ہوگی۔ پروگرام کا اختتام بوقت عصر دعا کے ساتھ کیا گیا۔ (رپورٹ: اویس مقصود)

حلقہ پنجاب شرقی کے زیر اہتمام ہارون آباد اور چشتیاں میں فہم دین پروگرام

☆ ہارون آباد کے قریب گاؤں 129 مراد میں 3 تنظیمی ساتھی ہیں۔ وہاں ماہانہ بنیادوں پر فہم دین پروگرام ہوتا ہے۔ ماہ مئی کے پروگرام کے لیے 28 مئی کو مقامی ناظم مالیات سجاد سرور اور رضوان عزمی صبح 8 بجے ہارون آباد سے روانہ ہوئے۔ محمد حسین، محمد نذیر اور دوسرے احباب مسجد میں موجود تھے۔ اس مختصر سے فہم دین پروگرام میں رضوان عزمی نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کی روشنی میں دینی تقاضوں کو واضح کیا۔ جناب سجاد سرور نے درس حدیث دیا۔ پروگرام میں احباب نے بھی شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر ماسٹر محمد حسین نے شرکاء کی چائے بسکٹ سے تواضع کی۔

☆ 29 مئی 2011ء کو چشتیاں میں فہم دین پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کو کنڈکٹ کرنے کے لیے امیر حلقہ پنجاب شرقی محمد ناصر بھٹی عارف والا سے جبکہ سجاد سرور اور رضوان عزمی ہارون آباد سے چشتیاں پہنچے۔ 9 بجے پروگرام کا آغاز ہوا۔ امیر حلقہ نے بڑے دلنشین انداز میں مختلف موضوعات پر بیان کیا۔ اس دوران سوال و جواب بھی ہوتے رہے۔ درمیان میں وقفہ بھی کیا گیا۔ شرکاء کی شربت سے تواضع کی گئی۔ وقفے کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا تو منہج انقلاب نبویؐ اور بیعت کی اہمیت کے موضوعات پر لیکچر ہوئے۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کی چائے اور بسکٹ سے تواضع کی گئی۔ مقامی نقباء، مقامی ناظم دعوت و تربیت اور مقامی امیر نے اس پروگرام کے لیے بہت محنت کی۔ اللہ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ اس پروگرام میں 10 احباب شریک ہوئے، جن سے دوبارہ انفرادی ملاقات کا وقت طے کرنے کے بعد اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

☆ چشتیاں میں فہم دین پروگرام کنڈکٹ کرنے کے بعد امیر حلقہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فورٹ عباس روانہ ہوئے، جہاں ہمارے میزبان فرخ ضیاء تھے۔ اُن کے گھر میں دوپہر کے کھانے کے بعد مدنی مسجد میں نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعدازاں وہاں فہم دین کا پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ آندھی اور بارش کی وجہ سے شرکاء کی حاضری قدرے کم تھی۔ امیر حلقہ ناصر بھٹی نے سادہ اور دلنشین انداز میں مختلف موضوعات پر بیان کیا۔ پروگرام کے اختتام پر امیر حلقہ ناصر بھٹی عارف والا روانہ ہو گئے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

❀ ❀ ❀

تنظیمی اطلاع

حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم اندرون شہر میں ملک عمران احمد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور ڈویژن کی جانب سے مقامی تنظیم اندرون شہر میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 جون 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب ملک عمران احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

o صادق آباد کے رفقاء تنظیم عبد اللہ نجیب کا بیٹا اور عبد الرحمٰن صالح کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

been written addressing one or more subjects of the Qur`an. I do not know any book with understanding of the Qur`an as a specific subject.

Is Qur`anic jurisprudence limited only to regular Islamic scholars or is it the responsibility of entire Ummah?

Practicing the Qur`an is not the responsibility of Islamic scholars alone, but is the responsibility of entire Ummah. Similarly, responsibility of understanding the Qur`an does not lie with Islamic scholars alone, but is mandatory on Ummah overall. Every Muslim must know what Allah, his Creator, has revealed; what message has been sent to him; what has been instructed to him and what he has been asked to abstain from.

Each one from among the group organized by Prophet Muhammad ﷺ, was a scholar of this Book. The Qur`an was their source of energy. Allah said in the Qur`an that every Muslim is more than ten polytheists, the reason being that polytheists wander in the darkness of polytheism and hence do not possess any understanding of the Qur`an.

What kind of Muslim is he, who has no curiosity to know what his merciful Lord, Allah has revealed in His Book, who has no sincerity to read the loving message of his graceful Lord and lead his life in accordance with its teachings?

The Muslim who has no passion of reading, understanding and practicing the message of his Lord, should be ashamed of facing his Lord. He should have to be concerned about his faith and belief.

Which commentary you feel is best suitable for students and youth of Ummah, which could enable them to understand the Qur`an in the best way?

Students and youth should read those commentaries of the Qur`an which focus on Dawah, Islamic organization and self-training perspectives. This reading should be individual as well as in the form of group discussion. *Towards Understanding the Qur`an* by Syed Abul A`la Maududi, *In the Shade of Qur`an* by Syed Qutab and *Tadabbur al-Qur`an* by Ameen Ahsan Islahi can be categorically considered for study. However, one needs to bypass unnecessary discussions in these commentaries, too. The reader should always focus on his objectives and whenever he feels like deviating from the main objectives, he should proceed further leaving the unnecessary discussions behind.

What is your message to the students and youth of Ummah?

I dream that our students and youth safeguard their adolescence, energies, talents, and skills from being destroyed in useless activities. They should spend their lives in the shade of the Qur`an, such that their talents and skills could nurture, flourish and get utilized for the constructive reasons of humanity. That is how they would prove to be an asset of Ummah and would ultimately succeed in this world and hereafter.

One of the many miracles of the Qur`an is that it protects talents and skills from being destroyed. It turns carbon to diamond, raw material to finished product. It imparts new horizons, hopes to the disappointed ones, and blesses them with the courage to face the toughest challenges of life.

Our students and youth shall also take caution that no education could provide permanent success and become a blessing, neglecting the teachings of the Qur`an. The root cause of all the problems, with which Ummah is struggling now, is none other than our negligence towards the Qur`an. We tried to take a long haul in the progressive world by brushing aside the teachings of the Qur`an, the current situation being the outcome of such hypocrisy. Consequently, the Ummah is now highly disappointed. And the only way out of this crisis is to adopt the way it kept neglecting.

(*Courtesy: "The Radiance Views Weekly"*)

However, it is difficult to find those people who are passionate about reading the Qur`an; who find their energy and soul in the Qur`an; who ensure to recite and understand the Qur`an day in and day out; who feel that the Qur`an can give them success of both worlds; who feel the Qur`an to be the source of all types of knowledge, elevator to marvellous heights and key to all blessings. Without this affection, staunch and unshakeable faith in the glory of the Qur`an, one cannot taste its splendid magnificence. One who wishes to have gems from the Qur`an should make this Book the melody of his heart and nurture his soul with this Book. Unless he gets his soul soothed with the Qur`an each sunrise, he should be restless.

The biggest barrier in understanding the Qur`an is distance from practice on the Qur`an and self-motivation for its practice. Those who read the Qur`an for their academic interest alone get few initial and superficial knowledge; they can never succeed in getting the master key of knowledge, which unlocks the treasures of wisdom. Thus they are unable to enjoy the world of knowledge and wisdom in totality, which is an ultimate outcome of reading the Qur`an.

Syed Waheed-ud-Din has narrated, in his book, a true story of Dr. Iqbal, which states that a few persons met Allama Iqbal at his residence and queried, "Which book did you find the wisest and highest in ranks, among your study of religion, economics, politics, history and philosophy?" Dr. Iqbal went inside the house and brought a book, the Qur`an.

This Book came for the guidance of humanity. Therefore, whoever seeks its guidance with sincerity and true spirit only would get blessed from its bounties and get benefited. Else, people spend their ages, in reading and teaching the Qur`an, but they cannot achieve its ultimate objective.

What are the possible books that assist in understanding the Qur`an? Should the people spending lots of time in reading translations and commentaries, be advised to spare some time in learning the Arabic language?

To understand the Qur`an, it is fundamental that people who have an opportunity should not only learn the Arabic language but also seek excellence and competency. Without these skills one cannot reach heights in understanding the Qur`an.

Here, one clarification is essential! What exactly means by understanding the Qur`an? Understanding the Qur`an is neither word-to-word translation of the Qur`an nor memorizing the explanation of a given verse of the Qur`an from various sources.

Understanding the Qur`an means making a personality as per the teachings of the Qur`an in totality. His tastes, his lifestyle, his attitude, his behaviour should adopt the colour of the Qur`an. His thoughts shall be aligned with the Qur`an, his actions shall reflect the Qur`an, his heart shall get synchronized with the Qur`an, his soul shall carry the melody of the Qur`an, the splendour of his life shall be the Qur`an, and the focus of all his desires shall be the Qur`an.

It is obviously understood that all the above cannot be the outcome of just reading a book alone. This is a likely result of love for Allah, love for His message, love for His Messenger ﷺ and love for His deen. Moreover, these are the results of purity of heart, soul, and deeds.

In order to achieve the above results, it is mandatory to maximize prayers **(prayers being offered with sincerity and complete attention)**, abstain from disobedience of Allah in day-to-day life, prefer godliness and humble attitude in every instance of life, habituate with recitation and reading of the Qur`an on daily basis and keep supplicating to Allah seeking understanding of the Qur`an.

It is difficult to point at one book, when it comes to understanding of the Qur`an. This is because the majority of the books on the subject have

ROOT CAUSE OF ALL PROBLEMS

NEGLIGENCE TOWARDS THE QUR'AN

Maulana Inayat Ullah Asad Subhani is an Islamic scholar par excellence. He taught the Qur`an at various institutions, including Jamia-tul-Falah, Bilariyaganj, Uttar Pradesh. Presently he is rendering his services as Professor in Jamia Islamia, Shantapuram, Kerala. In this interview marking the countrywide Qur`an Movement of Students Islamic Organization of India (SIO), Maulana expresses his views on the various aspects of our relationship with the Qur`an.

How do you see the attitude of Muslim Ummah towards the Qur`an?

Our attitude towards the Qur`an is not concealed. This completely negligent and disappointing attitude is not new. The most painful aspect of this phenomenon is that those supposed to be Messiah of the Ummah, have fallen victim to it.

Their position as representatives of Prophet Muhammad ﷺ and his sincere companions was to make this Book as the guard of their soul. They should have pondered on this Book, cured their own ills and those of the Ummah, benefited from its bounties for their own self and for entire humankind. But alas, they did not realise their position nor did they feel any responsibility.

What are the parameters we need to guard against, which hinder the understanding of the Qur`an?

The biggest barrier in understanding the Qur`an is reluctance to read the Qur`an, and ignorance about glory and utility of the Qur`an. A majority of readers of the Qur`an read it with the intention of seeking auspices. They came to know anyhow that this and this chapter of the Qur`an give such and such benefit upon recitation and therefore they recite them with utmost respect.

There are few people who really want to understand the Qur`an. And even most of them just recite, read or listen to translation and feel content about it. ☞